

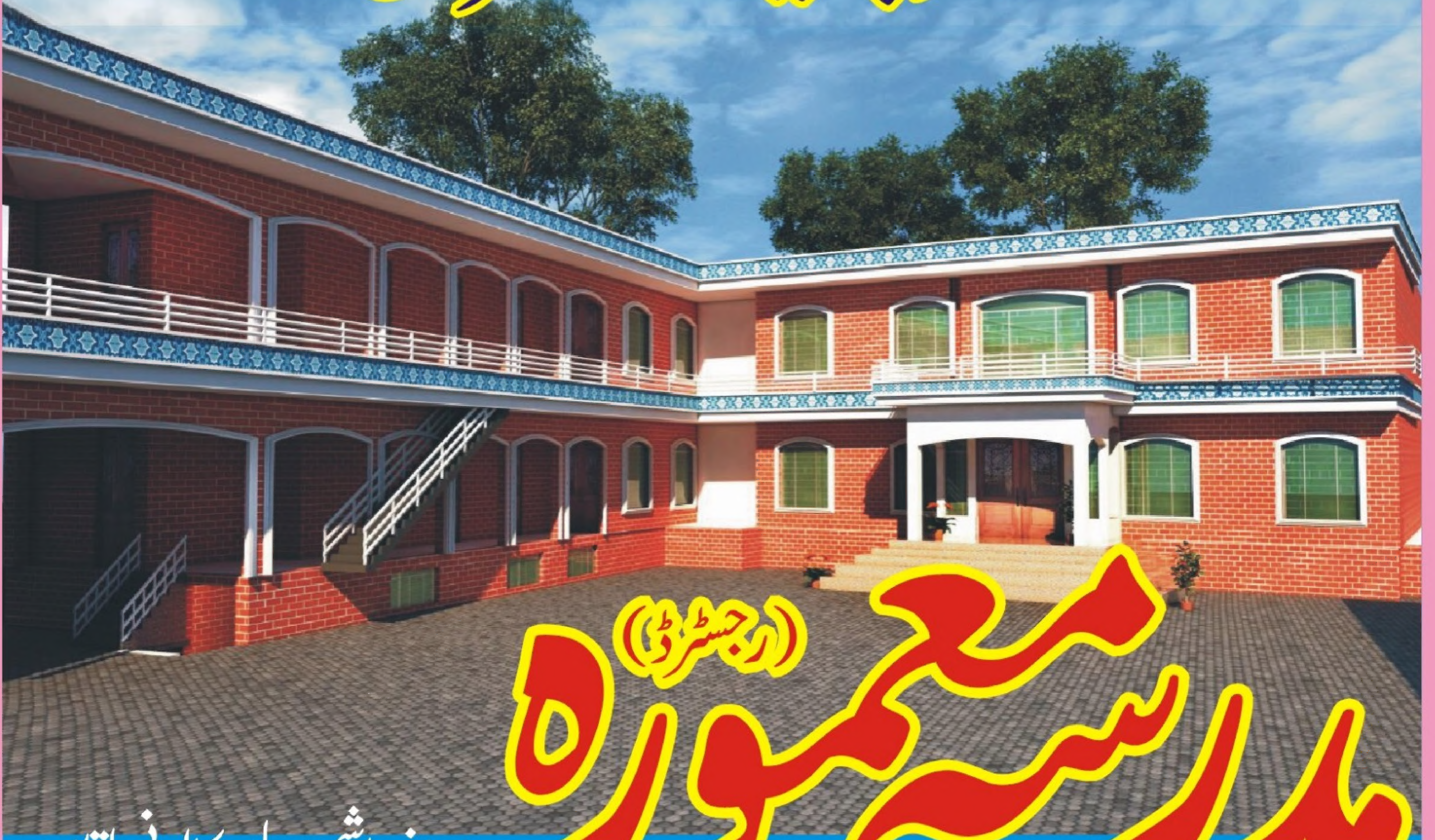
عزم و ہمت اور صبر و استقامت کے
89 سال



1 جمادی الاولیٰ 1440ھ —— جنوری 2019ء



تعمیر جدید دار القرآن



مدرسہ معمورہ (رجسٹرڈ)

دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

تخمینہ لاگت ایک کروڑ پچاس لاکھ روپے

بیسمنٹ، فرسٹ اور سیکنڈ فلور کی تعمیر مکمل ہو چکی

تزئین و آرائش، ایلمونیم، ٹائلز، ماربل، بجلی و پانی کا کام باقی ہے

رابطہ برائے ترسیل زر تعاون: **سید محمد کفیل بخاری** (ناظم مدرسہ معمورہ)

بذریعہ چیک، ڈرافٹ، آن لائن: بنام مدرسہ معمورہ: اکاؤنٹ نمبر

A/C # 5010030736200010
Branch Code : 0729
THE BANK OF PUNJAB

بذریعہ اے ٹی ایم ٹرانسفر: **07290160065740001**

MajliseAhrar MajliseAhrar Ahrar.org.pk MajliseAhrar

ماہنامہ

نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

بیاد: سیدالاحرار حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بانی: ابنِ امیرِ شریعت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

جلد 30 شمارہ 01 جنوری 2019/ جمادی الاولیٰ ۱۴۴۰ھ

Regd.M.NO.32

تشکیل

فیضانِ نظر

حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ

زیرِ نگرانی

ابنِ امیرِ شریعت حضرت پیرجی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم

مدیر مسئول

سید محمد کفیل بخاری

kafeel.bukhari@gmail.com

رُفقاءِ فکر

عبداللطیف خالد چیمہ • پروفیسر خالد شبیر احمد

مولانا محمد مغیرہ • ڈاکٹر عمر فاروق احرار

قاری محمد یوسف احرار • میاں محمد اویس

سید عطاء اللہ ثالث بخاری

سید عطاء المنان بخاری

atabukhari@gmail.com

محمد نعمان سنجرانی

سرکولیشن منیجر

محمد یوسف شاد

0300-7345095

زرِ تعاون سالانہ

اندرون ملک ——— 300/- روپے

بیرون ملک ——— 5000/- روپے

فی شمارہ ——— 30/- روپے

ترسیلِ زر بنام: ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت

بذریعہ آن لائن اکاؤنٹ نمبر: 1-5278-100

بینک کوڈ 0278 یو بی ایل ایم، ڈی، اے چوک ملتان

Join Us

MajliseAhrar

MajliseAhrar

Ahrar.org.pk

MajliseAhrar

رابطہ

دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

061-4511961

www.ahrar.org.pk
www.alakhir.com
majlisahrar@hotmail.com
majlisahrar@yahoo.com

شعبۂ تبلیغ تحفظِ ختمِ نبوت مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

مقامِ اشاعت: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل نو پرنٹرز

Dar-e-Bani Hashim, Mehrban Colony, Multan.(Pakistan)

نواز شریف کو سزا، زرداری منتظر، مکافاتِ عمل

سید محمد کفیل بخاری

نیب کورٹ نے سابق وزیر اعظم نواز شریف کو العزیزیہ ریفرنس میں سات سال قید، اڑھائی کروڑ ڈالر، پندرہ لاکھ پاؤنڈ (تقریباً پونے چار ارب روپے) جرمانہ، العزیزیہ اور ہل میٹل جائیدادیں ضبط کرنے کی سزا سنادی۔ نواز شریف کو عدالت سے گرفتار کر کے اڈیالہ جیل راولپنڈی اور بعد ازاں کیمپ جیل لاہور پہنچا دیا گیا۔ جبکہ فلیگ شپ ریفرنس میں بری کر دیا۔ دلچسپ اور معنی خیز امر یہ ہے کہ فلیگ شپ ریفرنس میں سپریم کورٹ نے انہیں نا اہل کر کے وزارت عظمی سے فارغ کیا تھا اور ریفرنس تحقیقات کے لیے نیب کو بھیج دیا تھا، نیب نے اس کیس میں انہیں بری کر دیا۔

نواز شریف کے سیاسی مخالفین اس سزا کو جو بھی رنگ دیں لیکن ہمارے نزدیک یہ مکافاتِ عمل ہے۔ انہوں نے اپنے اقتدار کے تینوں ادوار میں اسلام کے نام پر عوام سے ووٹ لیا لیکن اسلام پسندوں اور مذہبی جماعتوں کے کارکنوں پر بے انتہا ظلم کیا۔ انہیں جیلوں میں پابند سلاسل کیا اور جعلی پولیس مقابلوں میں قتل کیا۔ اسلام کے نام پر جتنا دھوکہ اور ظلم شریف برادران اور اُن کی مسلم لیگ نے کیا وہ تاریخ کا سیاہ ترین باب ہے۔ پیپلز پارٹی کا معاملہ مختلف ہے۔ اس نے کبھی اسلام کے نام پر ووٹ نہیں مانگے۔ ایک سیکولر پارٹی کی حیثیت سے سیکولر ایجنڈے پر ووٹ لیے گو کہ مقاصد دونوں کے ایک ہی رہے اور اب تک ہیں لیکن مسلم لیگ کی نسبت مذہبی قوتوں کو کم نقصان پہنچایا۔ البتہ ملکی وقومی دولت لوٹنے میں دونوں نے ریکارڈ قائم کیے۔ نواز شریف کو سزا سنادی گئی اور آصف زرداری سننے کے منتظر ہیں

دیکھیں کیا گزرے ہے قطرے پہ گہر ہونے تک

وزیر اعظم عمران خان کو اقتدار کے سنگھاسن پر براجمان ہوئے چار ماہ ہو چکے ہیں۔ انہوں نے اقتدار میں آنے سے پہلے اور بعد مسلسل اپنے مؤقف کو دہرایا کہ وہ ریاست مدینہ کی طرز پر نیا پاکستان بنانا چاہتے ہیں۔ یہ ایک نہایت خوبصورت اور دلکش نعرہ ہے جس کی کوئی بھی مخالفت نہیں کر سکتا۔ وزیر اعظم نے احتساب اور انصاف کا نعرہ بھی لگایا اور کرپشن (بدعنوانی و بددیانتی) کے خاتمے کا اعلان بھی کیا۔ پاکستان کو معاشی طور پر مستحکم کرنے اور قرضوں سے نجات دلانے کی نوید مسرت بھی سنائی۔ اس ایجنڈے کی تکمیل کے لیے انہوں نے سو دنوں کا ہدف بھی دیا لیکن افسوس کہ انہوں نے اور اُن کی نالائق ٹیم نے ایک سو بیس دنوں میں تمام اقدامات اپنے منشور اور نعروں کے برعکس کیے:

(۱) عاطف میاں جیسے علانیہ قادیانی کی اقتصادی کونسل میں نامزدگی اور عوامی مطالبے پر اخراج

(۲) مذہبی آزادیوں کے حوالے سے امریکی دباؤ پر قانون توہین رسالت میں تبدیلی کی مسلسل کوششیں

(۳) قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے والی آئینی شق کو ختم کرنے یا کم از کم غیر مؤثر کرنے کی کوشش اور مذہبی آزادیوں کے نام پر قادیانیوں کو اپنے آپ کو مسلمان کہلانے کی غیر اعلانیہ آزادی

(۴) شراب پر پابندی کا بل مسترد

(۵) بسنت جیسے ہندو تہوار پر پابندی کا خاتمہ اور سرکاری سرپرستی میں منانے کا فیصلہ

(۶) 1100 نئے سینما گھر بنانے اور آباد کرنے کے لیے 1400 ارب روپے دینے کا فیصلہ

(۷) گستاخ رسول آسیہ مسیح کی بریت و رہائی اور علماء جیلوں میں قید

(۸) اسلامیات کا مضمون پڑھانے کے لیے غیر مسلم اساتذہ کے لیے 5 فیصد کوٹہ مختص

(۹) دینی مدارس کے گرد گھیرا تنگ کرنے، مدارس بند کرنے، رجسٹریشن نہ کرنے اور نصاب میں تبدیلی کے ظالمانہ اقدامات

یہ سلیکٹڈ حکمرانوں کی نام نہاد ریاست مدینہ کی ایک بھیانک جھلک ہے پاکستان کا آئین ایک اسلامی آئین ہے۔ جس کے مطابق ریاست کا مذہب اسلام ہے اور اسلام کے خلاف کوئی آئین سازی نہیں ہوسکتی لیکن یہاں تو معاملہ ہی الٹ ہے۔ بقول شاہ نواز فاروقی

''آئین سے اسلام کو نکلنے ہی نہیں دیا گیا بلکہ اسلام کو آئین میں قید کر دیا گیا ہے''

آئین سازی کی تاریخ میں قراردادِ مقاصد سے لے کر 1973ء کے متفقہ آئین تک ایک طویل جدوجہد ہے جسے پاکستان کی پارلیمنٹ اور حکومت وحزبِ اختلاف میں بیٹھے سیکولر انتہا پسند اور لبرل فاشسٹ نے پینتالیس سال سے تباہ کرنے کے مذموم سعی کر رہے ہیں۔ انہوں نے اسلام کو ریاست کے سرکاری مذہب کے طور پر پہلے قبول کیا نہ اب اور آئندہ بھی قبول نہیں کریں گے۔ ان کے نزدیک آئین میں موجود تمام اسلامی دفعات ریاست کے لیے مضر ہیں وہ ستر برسوں سے پاکستان کو ایک لبرل اور سیکولر ریاست، جناح اور اقبال کے نظریہ وفکر کے علی الرغم کے طور پر متعارف کرانے میں مصروف ہیں۔ ستم بالائے ستم یہ کہ ایک دوسرے کے شدید مخالف اور دشمن ہونے کے باوجود اسلام کے خلاف متحد ہیں۔ تازہ ترین مثال حکمران پارٹی تحریک انصاف کے ہندو اقلیتی رکن قومی اسمبلی ڈاکٹر رمیش کمار کی طرف سے شراب پر پابندی کا بل ہے۔ جسے تحریک انصاف، مسلم لیگ ن اور پیپلز پارٹی نے متفقہ طور پر مسترد کر دیا۔ صرف متحدہ مجلس عمل نے بل کی حمایت کی۔

نام نہاد ریاست مدینہ کے دوجری ترجمان، وفاقی وزیر اطلاعات فواد چودھری اور پنجاب کے وزیر اطلاعات

فیاض چوہان جو ''عمرانی'' ریاستی بیانیہ جاری کررہے ہیں وہ ''دیسی منہ ولایتی چیخوں'' کا منظر پیش کررہا ہے۔

فواد چودھری نے کہا کہ:

''رمیش کمار نے سستی شہرت حاصل کرنے کے لیے شراب پر پابندی کا بل پیش کیا ہے۔ اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ جس نے پینی ہے وہ پیے اور جس نے نہیں پینی وہ نہ پیے''

فیاض چودھری نے بسنت کے جواز میں:

''عید قربان پر بھی کئی لوگ زخمی ہوتے ہیں اور کئی مرتے ہیں تو پھر قربانی پر پابندی لگا دی جائے؟ بسنت ایک ثقافتی تہوار ہے ہم ضرور منائیں گے۔''

کمال منطق اور بیانیہ ہے۔ دونوں شراب اور بسنت کو بہرصورت و بہر قیمت جاری رکھنا چاہتے ہیں۔

وزیر اعظم کے ریاست مدینہ کے نعرے اور خواہش سے کون اختلاف کرسکتا ہے لیکن اس مقدس نعرے کی آڑ میں خلاف اسلام اور خلاف آئین اقدامات پر اعتراض و اختلاف ہے۔ جس کے اظہار اور احتجاج کا حق ہمیں ریاست کے شہری ہونے کی حیثیت سے حاصل ہے۔

عمران خان نے کہا ہے کہ انہیں اپوزیشن کی ہر بات منظور ہے لیکن احتساب سے پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ خان صاحب! احتساب ضرور کریں اور بلا استثنا کریں۔ انصاف سب کو ملے اور کسی سے ناانصافی نہ ہو۔ لیکن ملکی آئین اور حلف کی پاس داری کریں، مذاق نہ اڑائیں۔ آپ ریات مدینہ تو کیا بنائیں گے، آئین میں طے ریاستی شناخت اور اسلامی دفعات کو ہی بچالیں تو بڑی بات ہوگی۔ فتح و کامرانی کے نشے میں سب کو لتاڑنے پچھاڑنے کی آرزو اور امنگ کے ساتھ ساتھ وہ اس حقیقت کو بھی یاد رکھیں کہ عارضی فتح پر تکبر کا نتیجہ دائمی شکست ہے۔ نواز شریف اور زرداری کا انجام تو وہ دیکھ ہی رہے ہیں اپنے انجام کی بھی فکر کریں۔ ایک دن احتساب اُن کا بھی ہونا ہے۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ایسے اقدامات سے بچیں جن سے اللہ اور اس کی مخلوق ناراض ہو، اللہ کے آخری رسول سیدنا محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوں۔ اس کا انجام اللہ کے غضب کے سوا کچھ نہیں۔ ذرا سپر پاور امریکہ کا انجام بھی سامنے رکھیں جو شام اور افغانستان میں بارود کی بارش کر کے، لاکھوں بے گناہوں کا قتل عام کر کے آج اپنی فوجیں واپس بلا رہا ہے۔

نہ گورِ سکندر نہ ہے قبرِ دارا
مٹے نامیوں کے نشاں کیسے کیسے

انتہا پسندی برداشت نہیں کریں گے!

عبداللطیف خالد چیمہ

صدرِ مملکت عارف علوی، وزیر اعظم عمران خان اور آرمی چیف قمر جاوید باجوہ نے کہا ہے کہ ''ملک میں کسی بھی طرز پر انتہا پسندی اور تشدد کو برداشت نہیں کریں گے۔'' (روزنامہ ''جنگ'' لاہور، 17۔دسمبر 2018ء)

ہم تینوں شخصیات اور مقتدر حلقوں کے اِس بیان کا خیر مقدم کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں دینی حلقوں کا تعاون اظہر من الشمس ہے، اب سوال پیدا ہوتا ہے انتہا پسندی کا مرتکب کون یا کون سے حلقے ہو رہے ہیں، ابھی تک اس بات کا معروف معنوں میں تعین نہیں کیا گیا۔ جہاں تک انتہا پسندی، شدت پسندی اور دہشت گردی کا تعلق ہے تو اسلامی تعلیمات نہ صرف یہ کہ اس کی اجازت نہیں دیتی بلکہ اِس کی مکمل نفی کرتی ہیں، اسلام امن و آشتی کا دین ہے جو لوگ دین کا لبادہ اوڑھ کر منفی سرگرمیوں کے مرتکب ہوتے ہیں، ان کو یہ راہ دکھانے والے عناصر سے ''ادارے'' خود بھی واقف ہیں اور ان کے اصل کرداروں کو بھی خوب جانتے ہیں، اس لیے بدامنی کے مرتکبین تک پہنچنا زیادہ مشکل کام نہیں، بے گناہ شہریوں کو دہشت گردی سے جبراً جوڑنا منفی ردعمل کا موجب بنتا ہے، جبکہ شراب خانہ خراب کو ممنوع قرار دینے سے متعلق ارکان اسمبلی کا رویہ بسنت کے نام پر بے حیائی اور بدکاری کو عام کرنے کا راستہ دکھانے اور سرکاری سرپرستی میں جنسی اشتہا سے لبریز ڈراموں تھیٹر اور ٹی وی پروگراموں کی وجہ سے جو ہولناک نتائج سامنے آرہے ہیں، ان کو روکنے کا کوئی سا بندوبست نظر نہیں آرھا۔

کتنی شرمناک صورتحال ہے کہ ایک ہندو اقلیتی ایم این اے رمیش کمار قومی اسمبلی میں ایک آئینی ترمیمی بل پیش کرتے ہیں اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ ''اسلام ہو یا کوئی دوسرا مذہب، شراب پینے کی کوئی بھی اجازت نہیں دیتا''، لیکن اس کے باوجود شراب کو اقلیتوں کے نام پر سرِعام فروخت کیا جاتا ہے، جبکہ شراب پینے والوں کی اکثریت مسلمانوں کی ہے، کتنی شرم کی بات ہے کہ قومی اسمبلی نے شراب اُم الخبائث کو ممنوع قرار دینے کے آئینی ترمیمی بل کو مسترد کر دیا۔

حمیت نام تھا جس کا گئی تیمور کے گھر سے

اب بسنت جیسے تہوار جس کی وجہ سے ہر سال جانی نقصان بھی ہوتا ہے اور یہ اخلاق باختہ کلچر کا آئینہ دار بھی ہے، کے لیے پیشگی سرکاری انتظامات کی خبریں سامنے آرہی ہیں، جو تحریک انصاف کے غیر اسلامی اور غیر قومی پولیسیوں اور رجحانات کا پتہ دیتی ہیں، ایسے میں مقتدر حلقوں کو جنسی دہشت گردی سمیت ہر قسم کی دہشت گردی کو جڑ سے اُکھاڑ پھینکنے کے عزم کا اظہار اور اس پر عمل درآمد بے حد ضروری ہے۔

مدارس دینیہ کے خلاف اقدامات اور حالیہ صورتحال

دینی مدارس اور دینی جماعتوں کے خلاف استعماری ایجنڈا، ایک عرصے سے بتدریج آگے بڑھایا جارہا ہے اور دن بدن دینی اداروں کو پریشان کرنے کا عمل تیز ہورہا ہے، عیدالاضحیٰ کے موقع پر قربانی کی کھالوں کے اکٹھا کرنے پر پابندی، رجسٹریشن کے مسائل اور کوائف حاصل کرنے کے نام پر جو کچھ ہورہا ہے، یہ کسی صورت نہ تو قرین قیاس ہے اور نہ ہی قرین انصاف، دینی مدارس کے ذرائع آمدن کو ختم کرنے کے لیے حکومتی وسائل استعمال ہورہے ہیں، رجسٹریشن کی ضابطے کی کارروائی میں اِس طرح کی رکاوٹیں موجود ہیں کہ یہ ہونہ پائے، نوبت یہاں تک آن پہنچی ہے کہ ضلع منڈی بہاء الدین کے علاقے ''ریکے'' میں واقع مدرسہ انوارالعلوم کو سیل کردیا گیا ہے۔ ایسے میں ہم تنظیمات مدارس دینیہ خصوصاً وفاق المدارس العربیہ کے اکابر سے گزارش کریں گے کہ وہ مدارس کا مقدمہ عوام کی عدالت میں لائیں اور تمام مکاتب فکر متفق و متحد ہوکر بیرونی ایجنڈے کی راہ میں رکاوٹ پیدا کریں، حکمرانوں سے ہم یہ کہنا چاہیں گے کہ وہ ریاست مدینہ کے لیے سیاست مدینہ کا ماحول پیدا کریں، بصورت دیگر سابقہ حکمرانوں کے انجام بد کو دیکھ لیں!

ختم نبوت کانفرنس چناب نگر کی غیر معمولی پذیرائی

12,11 ربیع الاوّل کو چناب نگر میں ہونے والی قدیمی سالانہ ختم نبوت کانفرنس اللہ تعالیٰ کے کرم و فضل سے غیر معمولی طور پر کامیابی سے ہمکنار ہوئی، ملک بھر سے ہزاروں فرزندان اسلام، مجاہدین ختم نبوت اور سرخ پوشان احرار نے شرکت کی اور ایک نئے حوصلے کے ساتھ کارکنان احرار واپس گئے، قائد احرار حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ العالیٰ انتہائی علالت کے باوجود کانفرنس کے لیے چناب نگر مقیم رہے، کانفرنس کے دوسرے روز بعد نماز ظہر شرکاء کانفرنس نے فقید المثال دعوتی جلوس نکالا، ایوان محمود کے سامنے جلوس بڑے جلسہ عام کی شکل اختیار کرگیا، جہاں تمام شرکاء نے قائد احرار حضرت پیر جی مدظلہ العالیٰ کے ساتھ اِس بات کا عہد مصمم کیا، کہ وہ زندگی بھر عقیدۂ ختم نبوت کی پرامن جدوجہد جاری رکھیں گے، قارئین کرام سے درخواست ہے کہ مرکز احرار و ختم نبوت چناب نگر کے لیے مزید جگہ کے لیے بھرپور کوشش جاری ہے، آپ دعاؤں میں یاد رکھیں۔ وماعلینا الا البلاغ!

الغازی مشینری سٹور

ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپیئر پارٹس
تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں

بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان 064-2462501

ائمہ وخطباء کے لیے سرکاری خطبہ کی پابندی

مولانا زاہد الراشدی

گزشتہ ہفتہ کے دوران مختلف دینی جماعتوں کے راہنماؤں سے ملاقات اور ملکی صورتحال پر تبادلۂ خیالات کا موقع ملا۔ اتوار کے روز قاری محمد عثمان رمضان اور حافظ شاہد الرحمان میر کے ہمراہ جمعیۃ علماء اسلام پاکستان (س) کے سیکرٹری جنرل مولانا عبدالرؤف فاروقی سے ان کی رہائشگاہ پر ملاقات ہوئی اور دیگر امور کے علاوہ حضرت مولانا سمیع الحقؒ کی شہادت کے بعد کی صورتحال پر باہمی مشاورت ہوئی، نیز جمعیۃ علماء اسلام پاکستان (س) اور دفاع پاکستان کونسل کی سرگرمیوں اور عزائم سے آگاہی حاصل کی۔ میری اس گزارش سے انہوں نے اتفاق کیا کہ تحفظ ختم نبوت اور تحفظ ناموس رسالتؐ کے محاذ پر تحریکی ماحول میں مسلکی حوالہ سے جو تفریق پیدا کر دی گئی ہے اور جسے دن بدن مزید اجاگر کیا جارہا ہے اس کا سنجیدگی سے نوٹس لینے کی ضرورت ہے اور دینی وقومی مسائل کے بارے میں تحریکی جدوجہد میں وحدت اور ہم آہنگی کا سابقہ ماحول بحال کرنے کے لیے قومی سطح پر اقدامات ضروری ہیں، جبکہ اس سلسلہ میں کل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے احیا اور حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ جیسی غیر متنازعہ بزرگ شخصیت کو آگے لانے کی کوشش کی جانی چاہیے جس کے لیے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ہی اساسی کردار ادا کر سکتی ہے۔

۱۳ دسمبر جمعرات کو مجھے جامعہ نعمانیہ کمالیہ کی سیرت کانفرنس میں شریک ہونا تھا جو ہمارے پرانے بزرگ ساتھی اور جماعتی ومسلکی رفیق کار مولانا محمد اخترؒ کی یادگار ہے اور ان کے فرزندان مولانا عمر فاروق اور مولانا محمد عثمان اس تعلیمی جدوجہد میں پیشرفت کے لیے مسلسل محنت کر رہے ہیں۔ ہم نے کمالیہ جانے کے لیے چیچہ وطنی کا راستہ اختیار کیا جہاں مجلس احرار اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل حاجی عبداللطیف خالد چیمہ کے ساتھ ملاقات کا موقع مل گیا۔ مذکورہ بالا معاملہ میں انہیں بھی بہت فکرمند پایا اور انہوں نے ہماری رائے سے اتفاق کیا۔ اس موقع پر یہ خبر وہاں موجود احباب میں زیر بحث آگئی کہ حکومت ملک بھر میں مساجد کے خطباء کو سرکاری طور پر لکھے ہوئے خطبات جمعہ فراہم کرنے کی تجویز پر غور کر رہی ہے اور یہ پابندی عائد کی جارہی ہے کہ خطباء اس سے ہٹ کر جمعۃ المبارک کے اجتماع میں کوئی بات نہیں کہہ سکیں گے۔ میں نے عرض کیا کہ یہ بات نہ تو قابل قبول ہے اور نہ ہی قابل عمل ہے۔ اس سے قبل بھی مختلف ادوار میں یہ تجویز سامنے آچکی ہے اور کامیاب نہیں ہوئی، حتٰی کہ محکمہ اوقاف کے زیر انتظام مساجد میں بھی یہ تجربہ ناکام رہا ہے۔

اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ یہ ہماری روایات کے خلاف ہے، خلافت راشدہ سے لے کر خلافت عثمانیہ اور مغل سلطنت تک کبھی ایسا نہیں ہوا کہ مساجد کے ائمہ اور خطباء کو اس بات کا پابند کیا گیا ہو کہ وہ جمعۃ المبارک کے خطابات اور عمومی دینی بیانات میں سرکاری طور پر لکھی گئی تقاریر پڑھ کر سنائیں اور اپنی طرف سے کوئی بات نہ کریں۔ ہمارے ہاں برصغیر میں ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش کی پوری تاریخ علماء کرام کے آزادانہ دینی کردار سے عبارت ہے حتٰی کہ اکبر بادشاہ کے دور میں جبکہ خود اس نے الحاد کا راستہ

اختیار کیا تھا تب بھی انہیں پابند نہیں کیا جا سکا تھا۔ جبکہ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس سلسلہ میں ہمارے حکومتی نظام کا دینی اعتماد بھی بنیادی حیثیت رکھتا ہے، اس لیے کہ گزشتہ ستر سال سے ہمارا حکومتی نظام، اسٹیبلشمنٹ اور رولنگ کلاس اسلامی نظام سے گریزاں ہے اور دستور پاکستان میں حکومت کو جن باتوں کا پابند کیا گیا ہے اس کے لیے یہ لوگ تیار نہیں ہیں۔ مثلاً دستور انہیں پابند بناتا ہے کہ ملک سے سودی نظام ختم کریں جسے سپریم کورٹ کے فیصلے کی تائید بھی حاصل ہے لیکن یہ مختلف حیلے بہانے اور جوڑ توڑ کر کے اس سے جان چھڑائے ہوئے ہیں۔ ملک کا دستور انہیں پابند بناتا ہے کہ ملک کے تعلیمی نظام میں قرآن وسنت اور اسلامی شریعت کی تعلیم کا اہتمام کریں لیکن یہ اس سے دامن چھڑائے ہوئے ہیں۔ دستور انہیں پابند بناتا ہے کہ عربی زبان، جو کہ ہماری مذہبی زبان ہے، اس کی ترویج کا اہتمام کریں مگر یہ اس سے مسلسل چشم پوشی کر رہے ہیں۔ دستور انہیں پابند بناتا ہے کہ ملک میں اسلامی معاشرہ اور تہذیب و ثقافت کے فروغ کی کوشش کریں لیکن یہ اس کے مقابلے میں مغربی تہذیب وثقافت اور عریانی وفحاشی کی سرپرستی کر رہے ہیں۔ دستور انہیں پابند بناتا ہے کہ حرام چیزوں پر پابندی لگائیں لیکن یہ تو شراب پر پابندی لگانے تک کے لیے آمادہ نہیں ہیں حتٰی کہ گزشتہ روز قومی اسمبلی میں بڑی ڈھٹائی کے ساتھ یہ کہا گیا ہے کہ ہم شراب پر پابندی لگانے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

میں اس بات کی وضاحت کرنا چاہوں گا کہ ہمارے ملک کا دستور اسلامی ہے اور پاکستان دستوری طور پر ایک اسلامی ریاست ہے لیکن قیام پاکستان کے تقاضوں کو پامال کرنے اور دستوری فیصلوں سے انحراف کی وجہ سے ہمارا حکومتی نظام اسلامی نہیں سمجھا جا سکتا۔ ہمارا حکومتی نظام خود تو اسلامی تعلیمات کا پابند ہونے کے لیے تیار نہیں ہے اور دستور پاکستان کے فیصلے ماننے سے انکاری ہے لیکن ملک کے ائمہ وخطباء کو اس بات کا پابند کرنا چاہتا ہے کہ دین کے معاملے میں ان لوگوں کی پابندی قبول کریں۔ ہماری حکومتوں نے ابھی تک دستور کا یہ حکم بھی تسلیم نہیں کیا کہ اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کو قومی وصوبائی اسمبلیوں میں لا کر ملک کے مروجہ قوانین کو اسلامی تعلیمات کے مطابق ڈھالا جائے، لیکن ائمہ وخطباء سے کہا جا رہا ہے کہ وہ حکومت کے فراہم کردہ خطبات پڑھ کر عوام کو سنائیں، یہ انصاف کی بات نہیں ہے اور حکمرانوں کو اس سلسلہ میں اپنے طرز عمل پر نظر ثانی کرنی چاہیے۔ بلکہ ہمارے حکمرانوں کو ان لوگوں سے بات کرنی چاہیے جو باہر سے اپنا ایجنڈا بھیجتے ہیں کہ ہماری قوم کا مذہب، ہمارے ملک کا دستور اور ہماری رائے عامہ اس کے لیے تیار نہیں ہے اس لیے خوامخواہ اسلامی تعلیمات، ہمارے تاریخی تسلسل اور قومی روایات کے خلاف ہم پر دباؤ نہ ڈالا جائے۔

اس سلسلہ میں سعودی عرب کی یہ مثال تو دی جاتی ہے کہ وہاں خطبات جمعہ سرکاری طور پر تحریر شدہ آتے ہیں جنہیں ائمہ وخطباء پڑھتے ہیں، مگر یہ نہیں دیکھا جا رہا کہ سعودی عرب کی عدالتوں میں شرعی قوانین کے مطابق فیصلے ہوتے ہیں، تعلیمی نظام میں شہریوں کو انٹرمیڈیٹ تک قرآن وحدیث، فقہ اسلامی اور ملی تاریخ کی لازمی تعلیم دی جاتی ہے، معاشرہ میں عریانی وفحاشی اور منکرات کو کنٹرول میں رکھنے کے لیے ''امر بالمعروف ونہی عن المنکر'' کا محکمہ سرکاری طور پر کام کر رہا ہے، اور خاص طور پر یہ صورتحال قابل توجہ ہے کہ وہاں تعلیمی، عدالتی اور دینی معاملات کا نظام علماء کرام اور الشیخ محمد بن عبد الوہابؒ کے خاندان ''آل الشیخ'' کے سپرد ہے اور وہی اس کی نگرانی کرتے ہیں۔ اس لیے اس پورے پیکج میں سے صرف

''سرکاری خطبہ'' کو لے لینا اور باقی پورے ماحول اور سسٹم کو نظرانداز کر دینا بالکل غیر منطقی بلکہ مضحکہ خیز بات ہوگی۔

چیچہ وطنی سے کمالیہ روانہ ہوئے تو معلوم ہوا کہ اہل السنۃ والجماعۃ کے سربراہ مولانا محمد احمد لدھیانوی اپنے گھر میں موجود ہیں اس لیے پہلے ان سے ملاقات کی بلکہ شام کا کھانا ان کے ہاں کھایا اور مختلف دینی وملکی امور پر باہمی گفتگو کی نشست رہی۔ مولانا موصوف جس تدبر اور حوصلہ کے ساتھ اپنے تحریکی معاملات کو سنبھالے ہوئے ہیں میں ہمیشہ اس کا معترف رہا ہوں اور اس سلسلہ میں ان سے رابطہ بھی رہتا ہے۔ اس موقع پر دفاع پاکستان کونسل کی جدوجہد اور پروگرام پر بھی بات چیت ہوئی اور میں نے گزارش کی کہ یہ نہ صرف مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی عظیم جدوجہد کی یادگار ہے بلکہ وقت کی اہم ضرورت بھی ہے کہ سیاسی کشمکش اور انتخابی جھمیلوں سے الگ رہتے ہوئے بھی ملکی وقومی مسائل پر مختلف مکاتب فکر اور جماعتوں وحلقوں کی مشترکہ محنت کو آگے بڑھایا جائے۔

جامعہ نعمانیہ کمالیہ کی سیرت کانفرنس میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے حوالہ سے گفتگو کے لیے میں نے ''ریاست مدینہ'' کا انتخاب کیا اور یہ بات واضح کی کہ ریاست مدینہ کی بنیاد قرآن وسنت اور عوامی مشاورت و اعتماد پر تھی اور آج بھی قرآن کریم، سنت رسولؐ اور عوامی مشاورت کو بنیاد بنا کر ریاست مدینہ کا ماحول پیدا کیا جاسکتا ہے، مگر اس کے لیے خلافت راشدہ کے نظام اور خلفائے راشدینؓ کے اسوہ حسنہ سے راہنمائی حاصل کرنا ہوگی۔

اعلان

ماہنامہ ''نقیب ختم نبوت'' ملتان، تیس برس سے (1988-2018) الحمدللہ باقاعدگی سے شائع ہورہا ہے اور اپنے قارئین کو عقائد اہل سنت والجماعت، سیرت وتاریخ، حالات حاضرہ، تاریخ احرار پر علمی مضامین بالخصوص محاسبۂ قادیانیت، دہریت ولادینیت کے حوالے سے فکر انگیز تحاریر پیش کر رہا ہے۔

گزشتہ کئی برس سے مہنگائی کے باوجود ادارہ نے رسالے کی قیمت میں اضافہ نہیں کیا اور خود پر اس بوجھ کو برداشت کر رہا ہے لیکن اب کاغذ، طباعت اور ڈاک کے اخراجات میں روز افزوں اضافے سے ادارہ کو نقصان ہو رہا ہے جسکا ادارہ متحمل نہیں لہٰذا جنوری 2019ء سے ماہنامہ ''نقیب ختم نبوت'' کی قیمت فی شمارہ 30 روپے اور زرِ سالانہ 300 روپے ہوگا۔ امید ہے احباب وقارئین پہلے کی طرح تعاون جاری رکھیں گے۔ جن حضرات کا زرِ سالانہ دسمبر 2018 میں ختم ہو چکا ہے وہ درج بالا قیمت کے مطابق رقم بھجوا کر تجدید کروائیں

منجانب: سرکولیشن منیجر

''اکھنڈ بھارت'' کا کھیل؟

شاہنواز فاروقی

پاکستان کے سول اور فوجی حکمرانوں کو نہ بھارت سے دوستی کرنی آئی، نہ بھارت سے دشمنی کرنی آئی۔ اصول ہے: دوستی وہ نبھاتا ہے جو اپنی انا کو دوستی پر قربان کر سکے۔ اور دشمنی وہ کر سکتا ہے جو اپنی انفرادی اور اجتماعی انا پر اصرار کرے۔ پاکستان کے حکمران طبقے کا مسئلہ یہ ہے کہ وہ بھارت کے سامنے قربانی پیش کرتا ہے تو اپنے نظریے کی، اپنی تہذیب کی، اپنی تاریخ کی۔ رہا اپنی انا پر اصرار کا معاملہ، تو امریکہ اور بھارت کے سامنے ہمارے حکمران طبقے کی کوئی انا ہی نہیں ہوتی... نہ انفرادی انا، نہ اجتماعی انا۔ امریکہ اور بھارت کے سامنے آتے ہی ہمارے حکمرانوں کی انا کا الف غائب ہو جاتا ہے اور وہ کہنے لگتے ہیں: دیکھو ہم نے آپ سے انا تھوڑی کہا ہے، ہم تو ''نا'' کہہ رہے ہیں۔

اس تناظر میں دیکھا جائے تو عمران خان بھارت کے حوالے سے نواز شریف ثانی بن کر ابھر چکے ہیں۔ اس اجمال کی تفصیل رونگٹے کھڑے کر دینے والی ہے، چنانچہ اسے آپ عمران خان کے الفاظ میں ملاحظہ کیجیے۔

عمران خان نے کرتار پور راہ داری کا ''سنگِ بنیاد'' رکھنے کی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''پاکستان نے بھارت کو امن اور خیر سگالی کا ''تاریخی پیغام'' دے دیا ہے''۔ انہوں نے کہا کہ فرانس اور جرمنی یونین بنا سکتے ہیں تو پاکستان اور بھارت ایسا کیوں نہیں کر سکتے! انہوں نے کہا کہ ایٹمی طاقتوں کے مابین جنگ کا تصور پاگل پن ہے، چنانچہ پاکستان اور بھارت کے درمیان جنگ نہیں ہو سکتی۔ انہوں نے کہا کہ ماضی سیکھنے کے لیے ہے، رہنے کے لیے نہیں۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان اور بھارت کے عوام دوستی چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ بھارت ایک قدم بڑھائے گا تو پاکستان دو قدم بڑھائے گا۔ انہوں نے کہا کہ امن کے لیے پاکستان کی تمام سیاسی جماعتیں، فوج اور تمام ادارے ایک ہی پیج پر ہیں۔ انہوں نے کہا کہ دنیا چاند پر پہنچ گئی مگر ہم مسئلہ کشمیر حل نہ کر سکے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں اچھے ہمسایوں کی طرح رہنا ہے۔ انہوں نے کہا کہ تعلقات کے سلسلے میں دونوں طرف سے غلطیاں ہوئی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں ماضی کی زنجیر کو توڑنا ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں تجارت کے لیے سرحدیں کھولنا ہوں گی۔'' (روزنامہ جنگ کراچی، 29 نومبر 2018ء)

پاکستان کے فوجی اور سول حکمران بھارت کے ساتھ دوستی، امن اور مذاکرات کی بات کرتے ہیں، مگر ان کے مزاج میں ایسی پستی اور گھٹیا پن ہے کہ وہ مذاکرات، دوستی اور امن کو ''بھیک'' بنا دیتے ہیں۔ جنرل پرویز مشرف کارگل کے ہیرو تھے اور اس حوالے سے اکڑتے پھرتے تھے۔ اس کا جواز بھی تھا۔ پاکستان نے کارگل میں بھارت کی دو ڈویژن فوج کو پھنسایا تھا۔ اُس فوج کے پاس دو ہی امکانات تھے: بھوک سے مر جائے یا پاکستان کے سامنے ہتھیار ڈال دے۔ یہی وجہ ہے کہ بھارت نے اپنی تاریخ میں پہلی بار امریکہ سے مداخلت کی بھیک مانگی۔ لیکن یہاں کہنے کی اصل بات یہ ہے کہ جنرل پرویز مشرف کارگل کی بلندیوں سے اترے تو بھارت سے صبح شام مذاکرات کی بھیک مانگنے لگے۔ اللہ کے نام پر بھارت

مذاکرات کرلے۔ بھگوان کے نام پر بھارت مذاکرات کرے۔ دوستی کے نام پر بھارت مذاکرات کرے۔ امن کے نام پر بھارت مذاکرات کرے۔ امریکی دباؤ پر بھارت نے بالآخر جنرل پرویز کو مذاکرات کی بھیک دی۔ آگرہ میں مذاکرات ہوئے۔ جنرل پرویز نے مذاکرات میں کشمیر کو فروخت کرڈالا، مگر بھارت نے عین وقت پر وہی کیا جو اُس کی فطرت ہے۔ اُس نے جنرل پرویز مشرف کے بھیک کے کٹورے کو زمین پر دے مارا اور جنرل پرویز مشرف کے پاس اگر کوئی منہ تھا تو وہ اپنا سامنہ لے کر پاکستان لوٹ آئے۔ اردو میں ایسی صورتِ حال کے لیے ایک محاورہ ہے ''لوٹ کے بدھو گھر کو آئے''۔

میاں نواز شریف اقتدار میں آئے تو انہوں نے بھارت نوازی کی ایک نئی تاریخ رقم کرڈالی۔ انہیں مودی نے اپنی تقریبِ حلف برداری میں اسی طرح طلب کیا جس طرح بادشاہ سلامت کسی درباری، باج گزار کو دربار میں طلب فرماتے تھے۔ اہم بات یہ ہے کہ میاں صاحب نے اس ''طلبی'' کو بھی اعزاز باور کرایا۔ پاکستان اور بھارت کے تعلقات دو مذاہب، دو تہذیبوں، دو تاریخوں اور دو قوموں کے تعلقات ہیں، مگر میاں نواز شریف نے پاک بھارت تعلقات کو مودی اور نواز شریف کے تعلقات بنادیا۔ یہ محض اتفاق ہے کہ میاں صاحب اقتدار میں نہ رہے۔ وہ اقتدار میں رہتے تو بھارت ان کے گال پر بھی اسی طرح طمانچہ مارتا جس طرح اُس نے جنرل پرویز مشرف کے گال پر مارا تھا۔ عمران خان اور ان کی سرپرست فوجی اسٹیبلشمنٹ کی کوئی ''خودی'' ہوتی تو انہیں محسوس ہوتا کہ بھارت نے کرتارپور راہداری کا ''سنگِ بے بنیاد'' رکھنے کے موقع پر عمران خان اور اسٹیبلشمنٹ کے منہ پر زناٹے دار تھپڑ رسید کیا ہے۔ بھارت کی وزیر خارجہ سشما سوراج نے صاف کہا ہے کہ کرتارپور ایک الگ قصہ ہے اور دوطرفہ مذاکرات ایک الگ کہانی ہے۔ پاکستان کو مذاکرات کرنے ہیں تو پہلے وہ دہشت گردی اور دہشت گردوں کی سرپرستی سے جان چھڑائے اور بھارت کو اپنی دہشت گردی سے محفوظ کرے۔ کتنی عجیب بات ہے کہ دہشت گرد بھارت ہے مگر وہ دہشت گردی کا الزام پاکستان پر عاید کررہا ہے۔ کلبھوشن پاکستان کا نہیں بھارت کا جاسوس ہے، وہ بھارت میں نہیں پاکستان میں پکڑا گیا ہے۔ مگر کلبھوشن بھارت کو کیوں یاد ہوگا! عمران خان اور اسٹیبلشمنٹ کے حافظے سے بھی اچانک کلبھوشن کا نام غائب ہوگیا، ایسا نہ ہوتا تو عمران خان کرتارپور میں تقریب سے خطاب کرتے ہوئے اس کا تذکرہ ضرور کرتے۔ مگر عمران خان کا اصل جرم یہ نہیں ہے۔

عمران خان کا اصل جرم یہ ہے کہ وہ اکھنڈ بھارت کے راستے میں چل نکلے ہیں۔ پاکستان میں کوئی معقول شخص ایسا نہیں جو مسئلہ کشمیر کا حل نہ چاہتا ہو۔ پاکستان میں کوئی معقول شخص ایسا نہیں جو پاک بھارت مذاکرات کے حق میں نہ ہو۔ اس سلسلے میں محبّ وطن حلقے اگر کچھ کہتے ہیں تو صرف یہ کہ پاکستان بھارت کی باج گزار ریاست نہیں، چنانچہ بھارت کو پاکستان سے مذاکرات کرنے ہیں تو اسے پاکستان کو ''مساوی حیثیت'' دینی ہوگی۔ اس حوالے سے دوسری بات یہ کہی جاتی ہے کہ پاکستان کے حکمران مسئلہ کشمیر پر ضرور مذکرات کریں مگر اصول کی بنیاد پر، اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق، قومی اتفاقِ رائے کو پیش نظر رکھتے ہوئے، کشمیریوں کے حقِ خودارادی اور ان کی بے مثال قربانیوں کا خیال کرتے ہوئے۔ مگر عمران خان فرمارہے ہیں کہ پاکستان اور بھارت اسی طرح یونین بناسکتے ہیں جس طرح فرانس اور جرمنی نے یونین بنائی تھی۔ حضورِ والا یہ تو اکھنڈ بھارت کا تصور ہے، اور اگر مسئلہ کشمیر حل ہوجائے تو بھی اس یونین کا کوئی جواز نہ ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پاکستان فرانس

نہیں ہے اور بھارت جرمنی نہیں ہے۔ چنانچہ مسئلہ کشمیر حل ہوجائے تب بھی پاکستان پاکستان رہے گا اور بھارت بھارت۔ اس لیے کہ پاک بھارت تعلقات جنرل باجوہ اور جنرل بپن راوت، اور عمران خان اور مودی کے تعلقات نہیں ہیں بلکہ جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے یہ دو مختلف مذاہب، دو مختلف تہذیبوں، دو مختلف تاریخوں اور دو مختلف قوموں کے تعلقات ہیں۔

یہ ایک ناقابلِ تردید تاریخی حقیقت ہے کہ بھارت نے کبھی پاکستان کے وجود کو تسلیم نہیں کیا۔ بھارت کی ہندو قیادت کا خیال تھا کہ پاکستان کے قیام کی صورت میں اکھنڈ بھارت کا خواب بکھر گیا ہے اور بھارت ماتا کے ٹکڑے ہو گئے ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ بھارت کبھی بھی ایک سیاسی وحدت نہیں تھا۔ بہر حال ہندو قیادت کا خیال تھا کہ پاکستان بن تو گیا ہے مگر چل نہیں سکے گا اور جناح صاحب کچھ ہی دنوں بعد بھاگے بھاگے آئیں گے اور کہیں گے کہ ہمیں پھر سے بھارت ماتا میں ضم کر لو۔ پاکستان کو ناکام بنانے کے لیے ہندو قیادت نے پاکستان کے وسائل بھی روکے، ''کرتا پور والوں'' کو اپنا دست و بازو بنا کر مسلم کش فسادات بھی کروائے، مگر پاکستان ہر صدمے کو جذب کرنے میں کامیاب رہا۔ مگر ہماری فوجی اسٹیبلشمنٹ اور سیاسی قیادت نے مشرقی پاکستان میں ایک بڑا بحران کھڑا کیا تو بھارت نے اس سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور پاکستان دولخت ہو گیا۔ یہ پاکستان کی بہت بڑی شکست اور ذلت تھی اور بھارت اس کا جتنا جشن منا لیتا، کم تھا۔ مگر بھارت نے پاکستان کے دولخت ہونے کے سانحے کے جشن کو کافی نہ سمجھا۔ چنانچہ بھارت کی وزیر اعظم اندرا گاندھی نے ہندو اور مسلمانوں کی پوری ایک ہزار سالہ تاریخ کو آواز دی اور دو قومی نظریے کو یاد کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ سقوطِ ڈھاکا کی صورت میں ایک ہزار سالہ تاریخ کا بدلہ لے لیا گیا اور دو قومی نظریہ خلیج بنگال میں غرق کر دیا گیا ہے۔

اس وقت بھارت میں عملی صورتِ حال یہ ہے کہ بھارت کی کئی ریاستوں کے اسکولوں کے نصاب میں اکھنڈ بھارت کے تصور کو شامل کر لیا گیا ہے۔ بھارت کی نئی نسلوں کو بتایا جا رہا ہے کہ صرف بھارت ہی نہیں بنگلہ دیش، پاکستان، سری لنکا، مالدیپ، بھوٹان اور نیپال بھی اکھنڈ بھارت کا حصہ ہیں، بلکہ اکھنڈ بھارت کی سرحدیں انڈونیشیا تک پھیلی ہوئی ہیں۔ دوسری جانب بھارت بچے کھچے پاکستان کے تعاقب میں ہے۔ وہ اسٹیبلشمنٹ کی تخلیق اور اتحادی ایم کیو ایم کو الطاف حسین کے ذریعے کنٹرول کرتا رہا ہے، اور الطاف حسین آج بھی امریکی سی آئی اے اور برطانوی ایم آئی کے ساتھ ساتھ 'را' کے بھی رابطے میں ہیں۔ تیسری جانب بھارت بلوچستان میں علیحدگی پسندوں کی پشت پناہی کر رہا ہے۔ وہ افغانستان میں اپنے اثرات کے ذریعے پاکستان میں دہشت گردی کرا رہا ہے، اور بھارت کا اصل ایجنڈا یہ ہے کہ پاکستان کے داخلی تضادات اور سیاسی و اقتصادی کمزوریوں کے ذریعے پاکستان کو آئندہ چند برسوں میں تحلیل کر دیا جائے۔ چوتھی جانب بھارت سرحدوں پر ہمارے سیکڑوں فوجیوں اور سول افراد کو شہید کر رہا ہے اور بھارت کے آرمی چیف کئی بار کہہ چکے ہیں کہ خون میں ڈوبا ہوا، یا اُن کی اصطلاح میں Bleed کرتا ہوا پاکستان بھارت کا مطلوب ہے۔ پانچویں جانب بھارت نے مقبوضہ کشمیر میں ظلم کی انتہا کر دی ہے اور اُس نے اس حوالے سے انسانی تاریخ کے بدترین کردار یعنی چنگیز خان اور ہٹلر کی یاد تازہ کر دی ہے۔ لیکن اس قصے کی ایک اور جہت بھی ہے۔

کچھ عرصہ قبل بھارت کی خفیہ ایجنسی 'را' کے سابق سربراہ اے ایس دولت اور آئی ایس آئی اور ایم آئی کے سابق

سربراہ جنرل اسد درانی نے مل کر ''اسپائی کرونیکلز'' کے نام سے ایک کتاب تحریر کی تھی۔ اس کتاب میں ایک باب کا عنوان ہی ''اکھنڈ بھارت'' ہے۔ ہم اس باب میں یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ را کا سابق سربراہ کہہ رہا ہے کہ اکھنڈ بھارت ایک Fantacy ہے، مگر جنرل اسد درانی فرمارہے ہیں کہ اکھنڈ بھارت Fantacy نہیں ہے، اسے حقیقت بنایا جاسکتا ہے۔ ان کے بعد پنجاب کے سابق وزیراعلیٰ میاں شہباز شریف بھارتی پنجاب کے وزیراعلیٰ امریندر سنگھ کے ساتھ مل کر گریٹر پنجاب کے منصوبے پر کام بھی کررہے تھے اور منصوبہ بھارت کے سابق وزیراعظم اندر کمال گجرال کے ''Vision'' کے مطابق تھا۔ آئی ایس آئی کے سابق سربراہ نے اس باب میں یہ بھی فرمایا ہے کہ جو ہندو پاکستان کی صورت میں بھارت کی تقسیم کا دکھ محسوس کرتے ہیں اُن کے دکھوں کا ازالہ ہونا چاہیے۔ یہ پوری کتاب اور اکھنڈ بھارت سے متعلق اس کا باب اتنا ہولناک ہے کہ جنرل اسد درانی کو اب تک اس بھیانک جرم کی پاداش میں پھانسی ہوجانی چاہیے تھی۔ اتفاق سے جی ایچ کیو نے جنرل درانی کی مذکورہ بالا کتاب کا نوٹس لیا اور جنرل درانی کو جی ایچ کیو طلب بھی کیا گیا اور ان کا نام ECL میں بھی ڈالا گیا، مگر اب تک اس سلسلے میں ''عملاً'' کچھ نہیں ہوا۔ اس سے اس اندیشے کو تقویت حاصل ہوتی ہے کہ جنرل درانی نے اسپائی کرونیکلز میں اکھنڈ بھارت کے حوالے سے جو بکواس کی ہے وہ خود کلامی نہیں بلکہ اس کی پشت پر کوئی ''طبقہ'' یا ''ادارہ'' موجود ہے۔ کون موجود ہے؟ ہمیں نہیں معلوم۔ اس کے تعین کی ذمے داری حکومت پر ہے۔ آئی ایس آئی، ایم آئی اور فوج پر ہے۔ اتفاق سے اب عمران خان نے پاکستان اور بھارت کی ''یونین'' کی بات کرڈالی ہے۔ بدقسمتی سے پاکستان کا ہر باخبر اور معقول شخص عمران خان کو اسٹیبلشمنٹ کا آدمی تصور کرتا ہے، چنانچہ عمران خان کے بیان کی ہولناکی بہت بڑھ گئی ہے۔ قوم نوٹ کرلے۔

عمران خان نے اپنے خطاب میں تاریخ پر بھی کلام کیا ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے شیخ چلی الٰہیات پر گفتگو فرمائے، اور گنگو تیلی تاج محل کی جمالیات پر لیکچر دے۔ آپ بھول نہ گئے ہوں اس لیے آپ کو یاد دلانے کے لیے عرض ہے کہ عمران خان نے فرمایا کہ ماضی رہنے کے لیے نہیں، سیکھنے کے لیے ہوتا ہے۔ انہوں نے مزید فرمایا کہ ہمیں ماضی کی زنجیر کو توڑنا ہوگا۔ واہ، کیا فلسفیانہ لب و لہجہ ہے۔ ارے بھئی، مسلمانوں کا ماضی ان کی بہت بڑی متاع اور بہت بڑی قوتِ محرکہ ہے۔ اپنے ماضی کے بغیر، اپنی تاریخ کے بغیر مسلمان کچھ بھی نہیں۔ اس کی وجہ ہے۔ مسلمانوں کے وسیع تر ماضی میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، خلفائے راشدین ہیں، ایک لاکھ صحابہ ہیں، تابعین ہیں، تبع تابعین ہیں، ہزاروں صوفیہ، علما، دانشور، شاعر، ادیب، ناصحین اور مختلف علوم کے ماہرین ہیں۔ مسلمان اس ماضی کی وجہ سے ہی مسلمان ہیں، اسی ماضی کی وجہ سے وہ تھوڑے بہت زندہ ہیں، اسی وجہ سے وہ ایک شاندار مستقبل تعمیر کرنے کے قابل ہوسکتے ہیں۔ صرف برصغیر کے مسلمانوں کے ماضی یا تاریخ کا ذکر کیا جائے تو اس ماضی میں محمد بن قاسم ہیں۔ بابر ہے۔ اورنگزیب عالمگیر ہے۔ مجدد الف ثانی ہیں، شاہ ولی اللہ ہیں، درجنوں بڑے صوفیا ہیں، ہزاروں قابل ذکر شاعر ہیں .... ذرا عمران خان اور اُن کے سرپرست بتائیں تو کہ اس تاریخ میں سے ہم کیا بھولیں؟ کیا فراموش کریں؟ تاریخ ایک اکائی ہوتی ہے۔ اس کو پورے کا پورا قبول یا مسترد کرنا پڑتا ہے۔ ماضی اور تاریخ ہمارا اجتماعی حافظہ ہے۔ ہم ماضی یا تاریخ کو بھول گئے تو ہمارے حال پر دھند چھا جائے

گی، اور ہم کسی بھی مستقبل کی تعمیر سے قاصر ہو جائیں گے۔ عمران خان اور ان کے سرپرست جاہلِ مطلق ہیں ورنہ ان کو معلوم ہوتا کہ جو قومیں اپنے ماضی کو بھول جاتی ہیں اُن کا کوئی حال اور کوئی مستقبل نہیں ہوتا۔ قرآنِ مجید فرقانِ حمید تاریخ کی کتاب نہیں بلکہ وہ کتابِ ہدایت ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ خود خدا نے قرآن مجید میں تاریخ کو ایک آئینے کی طرح پیش کیا ہے۔ اس آئینے میں تمام گزری ہوئی امتوں کا احوال ہے۔ ان کی کامیابی اور ناکامی کے محرکات کا ذکر ہے تا کہ مسلمان اپنے حال اور مستقبل کو بہتر بنائیں۔ بے شک ماضی رہنے کے لیے نہیں، سیکھنے کے لیے ہوتا ہے۔ مگر تاریخ سے سیکھنے کے لیے اس میں رہنا بھی ضروری ہے۔ عمران خان کو پڑھنے لکھنے سے کوئی دلچسپی نہیں، ورنہ انہیں معلوم ہوتا کہ ادیب، شاعر، یہاں تک کہ سائنس دان بھی اپنے خیال اور اپنے تجربے میں رہتے ہیں تب کہیں جا کر وہ کچھ تخلیق کر پاتے ہیں۔ جو شاعر محبت کے تجربے میں سانس نہ لے وہ کیا محبت کی شاعری کرلے گا؟ نیوٹن پر اگر سیب کے نیچے گرنے کا مشاہدہ طاری اور حاوی نہ ہو جاتا تو وہ کششِ ثقل کے اصول کو دریافت ہی نہیں کر سکتا تھا، اور کرتا بھی تو اس پر طویل گفتگو اس کے لیے کبھی ممکن نہ ہو پاتی۔ انسان کے خیالات، مشاہدات اور تجربات بھی اس کا ماضی، اس کی تاریخ بن جاتے ہیں۔ یہ ماضی، یہ تاریخ خون میں حل نہ ہو تو کوئی بڑا کام ممکن نہیں ہو سکتا۔ میلان کنڈیرا نے کہا ہے کہ آمریت کے خلاف انسان کی جدوجہد بھول کے خلاف یاد کی جدوجہد ہے۔ مگر آمریت صرف سیاسی یا عسکری نہیں ہوتی۔ حاضر و موجود کا جبر بھی بہت بڑی آمریت ہوتا ہے۔ وہ انسان کو اُس کے ماضی سے کاٹ دیتا ہے۔ ماضی کی اہمیت وقوت کو یورپ کی تمام نوآبادیاتی قوتوں نے بہت اچھی طرح سمجھا، اسی لیے انہوں نے تمام مسلمانوں کو ان کے ماضی یا ان کی تاریخ سے کاٹنے کی شعوری کوشش کی۔ اب عمران خان اور ان کے معلوم اور نامعلوم سرپرست بھی پاکستانی قوم کو یہ پٹی پڑھا رہے ہیں کہ ماضی کی زنجیر کو توڑ دو، اپنی تاریخ کو بھول جاؤ تا کہ آگے بڑھ سکو۔ مگر ہم اپنے ماضی کو بھول گئے تو ہمارا کوئی مستقبل ہی نہ ہوگا۔ اقبال حاضر و موجود کے جبر اور اس کے مضمرات سے آگاہ تھے، اسی لیے انہوں نے فرمایا ہے:

تُو نے پوچھی ہے امامت کی حقیقت مجھ سے   حق تجھے میری طرح صاحبِ اسرار کرے
ہے وہی اپنے زمانے کا امامِ برحق   جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے

مگر سوال یہ ہے کہ عمران خان ماضی سے اتنا ناراض کیوں ہیں؟ کیا اس کی وجہ اُن کا ذاتی ماضی ہے، جس کو وہ بھولنا چاہتے ہیں؟ مگر خدا کا شکر ہے کہ مسلمانوں کا اجتماعی ماضی شاندار ہے۔ اس اجتماعی ماضی میں ان کا مذہب ہے، ان کی تہذیب ہے، ان کی عظیم الشان شخصیات ہیں۔ مسلمان اس ماضی سے، اس تاریخ سے ایک لمحے کے لیے بھی دور ہونے کے لیے تیار نہیں۔ بلکہ وہ اس ماضی کو، اس تاریخ کو انفرادی اور اجتماعی سطح پر زیادہ سے زیادہ سمجھ کر زیادہ سے زیادہ جذب کرنا اور اس طرح اپنے حال اور مستقبل کو بدلنا چاہتے ہیں۔ اس مقصد کے حصول کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ مسلمانوں کی مدد کی ہے۔ کبھی مجدد بھیج کر، کبھی بڑے صوفیا اور بڑے علما کو بھیج کر، کبھی ان میں بڑے شاعروں اور بڑے رہنماؤں کو پیدا کر کے۔

پاکستان کے حکمران طبقے نے قوم میں کیسی نفسیات پیدا کی ہے اس کا اندازہ کرتار پور کوریڈور کی تقریب سے عمران خان کے خطاب کی رپورٹنگ سے بخوبی کیا جاسکتا ہے۔ اس حوالے سے روزنامہ ''دنیا'' کراچی کی شہ سرخی سب سے

اہم ہے۔ روزنامہ دنیا کراچی نے 29 نومبر 2018ء کی اشاعت میں عمران خان کے خطاب کی جو شہ سرخی کشید کی وہ یہ تھی:

''سرحدیں کھلیں تو غربت ختم''

یعنی پاکستان میں جو غربت ہے وہ پاک بھارت تعلقات کی خرابی کی وجہ سے ہے، پاکستان جیسے ہی بھارت کے آگے سر جھکائے گا اور تعلقات ''معمول'' پر آئیں گے پاکستان میں خوشحالی کی گنگا بہنے لگے گی۔ بلاشبہ پاکستان کے بجٹ کا ایک بڑا حصہ دفاع پر خرچ ہوتا ہے، لیکن یہ دنیا کے اکثر ممالک کا مسئلہ ہے۔ سابق مغربی جرمنی اور سابق مشرقی جرمنی کے تعلقات 50 سال تک کشیدہ رہے مگر بڑے دفاعی بجٹ کے باوجود مغربی جرمنی خوشحال ہوتا چلا گیا اور مشرقی جرمنی کبھی اوسط درجے سے اوپر نہ اٹھ سکا۔ جنوبی کوریا اور شمالی کوریا بھی 60 برس سے کشمکش میں مبتلا ہیں، مگر اس کشمکش میں جنوبی کوریا امیر ہوا اور شمالی کوریا امیر نہ ہوسکا۔ مطلب یہ کہ پاکستان کی خراب معاشی حالت بنیادی طور پر پاکستان کے فوجی اور سول حکمرانوں کی نااہلی اور لوٹ مار کا نتیجہ ہے۔ ورنہ معاشی خوشحالی اتنا بڑا ہدف نہیں کہ اسے 71 سال میں حاصل نہ کیا جاسکتا۔ ایک وقت تھا کہ مغربی پاکستان کا حکمران طبقہ مشرقی پاکستان کو اپنے لیے ''معاشی بوجھ'' سمجھتا تھا، مگر آج بنگلہ دیش کی معیشت پاکستان سے کہیں زیادہ اچھی ہے۔ بنگلہ دیش کی فی کس آمدنی پاکستان سے زیادہ ہے۔ بنگلہ دیش کی برآمدات پاکستان سے زیادہ ہیں۔ بنگلہ دیش کے زرِمبادلہ کے ذخائر پاکستان سے زیادہ ہیں۔ حالانکہ بنگلہ دیش کے پاس نہ کپاس کی پیداوار ہے، نہ پاکستان کی طرح کے معدنی وسائل ہیں۔

پاکستان کا حکمران طبقہ اکثر اس بات کا ماتم کرتا ہے کہ پاکستان کو بھارت جیسا دشمن ملا۔ ایسا نہ ہوتا تو پاکستان آسمان سے تارے توڑ کر لاسکتا تھا۔ بدقسمتی سے یہ درست تجزیہ نہیں ہے۔ بھارت واقعتاً بڑا کم ظرف دشمن ہے، لیکن خوفناک اور کم ظرف دشمن کی موجودگی کا تقاضا تھا کہ پاکستان کا حکمران طبقہ بھارت کی موجودگی اور دشمنی کو ایک بڑی قوتِ محرکہ میں تبدیل کرے۔ انسان کو دوست ہی نہیں دشمن بھی آگے بڑھاتے ہیں۔ ابتدائی زمانے کے مسلمانوں نے اپنے نفسِ امارہ اور شیطان کو حقیقی معنوں میں اپنا بڑا دشمن سمجھا اور غیر معمولی روحانی ترقی کی۔ وہ نفس کے غیر معمولی تزکیے کی طرف گئے۔ مگر اب ہم شیطان اور نفسِ امارہ کی ہولناکیوں کو سنجیدگی سے نہیں لیتے، نتیجہ یہ ہے کہ ہم روحانی طور پر آگے ہی نہیں بڑھ پاتے۔ دنیاوی اعتبار سے دیکھا جائے تو سرمایہ دارانہ نظام نے کمیونسٹ دنیا کو، اور کمیونزم نے سرمایہ دارانہ دنیا کو کئی اعتبار سے ذمے دار بھی بنایا اور ''ترقی'' کرنے میں بھی مدد دی۔ صرف عرب اور پاکستان کے حکمران ہی ہیں جو اسرائیل اور بھارت جیسے دشمنوں کی دشمنی کو اپنے لیے قوتِ محرکہ نہ بنا سکے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بھارت کی دشمنی ہمارے حکمرانوں کو بہتر نہ بنا سکی تو اس کی دوستی نما غلامی بھی ہمارے حکمران طبقے کا کچھ نہ بگاڑ سکے گی۔

عمران خان نے اپنے خطاب میں امن پہ بھی بات کی ہے۔ ان کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ امن بہت اچھی چیز ہے، مگر ''مصنوعی امن'' جنگ سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے، کیونکہ مصنوعی امن سے زیادہ بڑی جنگ پیدا ہوتی ہے۔ امن کے سلسلے میں دوسری بنیادی بات یہ ہے کہ عزت کی طرح امن بھی انہی قوموں کو میسر آتا ہے جو خود کو امن کے قابل بناتی ہیں، اور امن کے قابل وہی ہوتا ہے جس کی داخلی اور خارجی طاقت سے دشمن خوف کھائے۔

بدقسمتی سے پاکستان کے حکمران طبقے کو اسلام، اسلامی تہذیب، اسلامی تاریخ اور خود مسلمانوں کی قوت کا اندازہ نہیں۔ اسلام کی طاقت یہ ہے کہ 711ء میں برصغیر میں صرف چند مسلمان موجود تھے، آج جنوبی ایشیا میں 60 کروڑ سے زیادہ مسلمان ہیں مسلمانوں کے حکمران طبقے کی کسی کوشش کے بغیر۔ اسلامی تہذیب کی طاقت یہ ہے کہ اس نے اپنے عہدِ زوال میں اردو جیسی بے مثال زبان تخلیق کر کے دکھائی۔ مسلمانوں کی تاریخ کی طاقت کا یہ عالم ہے کہ تاریخی محرکات نے پاکستان کے نام سے جدید دنیا کی سب سے بڑی اسلامی ریاست تخلیق کی۔ مسلمانوں کی قوت یہ ہے کہ محمد بن قاسم نے چار سے پانچ ہزار فوجیوں کے ذریعے پورا سندھ فتح کیا، اور بابر نے صرف دس ہزار کے لشکر سے پورا ہندوستان فتح کر کے دکھا دیا۔ افغانستان میں مٹھی بھر مسلمانوں کے ہاتھوں سوویت یونین اور امریکہ کی شکست کل اور آج کی بات ہے۔ چنانچہ پاکستان کا حکمران طبقہ اپنی کمزوریوں کو اسلام، اسلامی تہذیب، اسلامی تاریخ اور خود پاکستان سے منسوب نہ کرے۔ اسلام مغلوب ہونے کے لیے نہیں آیا۔ ہم اسلام سے چمٹے رہیں تو کبھی مغلوب نہیں ہوں گے۔ کسی سے بھی نہیں۔

بدقسمتی یہ ہے کہ پاکستان کا حکمران طبقہ بھارت سے مغلوب ہونے کے لیے مرا جا رہا ہے۔ اس کا ایک ثبوت عمران خان کے ''نفسِ امارہ'' اور اطلاعات و نشریات کے وفاقی وزیر فواد چودھری کا یہ بیان ہے کہ فوج اور حکومت بھارت کے ساتھ 70 سالہ بیانیہ بدلنا چاہتے ہیں۔ (جنگ کراچی، یکم ستمبر 2018ء)

بہت اچھا، فوج اور حکومت بھارت کے سلسلے میں 70 سالہ بیانیہ بدلنا چاہتی ہے تو ضرور بدلے، مگر مسئلہ یہ ہے کہ ہمارا بیانیہ ہمارے مذہب، ہماری تہذیب، ہماری تاریخ اور بھارت کی پاکستان دشمنی سے ابھرا ہے۔ چنانچہ سوال یہ ہے کہ فوج اور حکومت بیانیہ بدلنا چاہتی ہے تو ایسا کرنے سے پہلے یہ ضرور بتائے کہ ایسا کرنے کے لیے وہ مذہب چھوڑے گی؟ دو قومی نظریے کو طلاق دے گی؟ جداگانہ مسلم تہذیب کو گڈ بائے کہے گی؟ جداگانہ مسلم تاریخ کے تجربے کو الوداع کہے گی؟ اس کے ساتھ ساتھ فوج اور حکومت یہ بھی بتائے کہ کیا بھارت نے پاکستان کی دشمنی سے توبہ کر لی ہے؟ اور کیا اُس نے پاکستان کو مساوی الحیثیت تسلیم کر لیا ہے؟ یہ تمام سوالات اہم ہیں۔ اس کا اندازہ بھارتی فوج کے سربراہ بپن راوت کے اس بیان سے ہوتا ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ بھارت سے بہتر تعلقات کے لیے پاکستان کو سیکولر ہونا پڑے گا (جنگ یکم دسمبر 2018ء)۔ بھارتی فوج کے سربراہ نے یہ بھی کہا کہ پاکستان کو بھارت سے بہتر تعلقات کے لیے اپنی اندرونی حالت پر توجہ کرنی ہوگی کیونکہ پاکستان نے خود کو ایک اسلامی ریاست بنا لیا ہے۔ بھارت اب تک کہتا تھا کہ پاکستان دہشت گردی کی پشت پناہی ترک کرے گا تو تعلقات بہتر ہوں گے۔ اب کہہ رہا ہے کہ اسلام چھوڑو، سیکولر بنو پھر ہماری دوستی ہوگی۔ یہ ہے اصل کہانی۔ یہ ہے اکھنڈ بھارت کا کھیل۔ یہ ہے اکھنڈ ہندوازم کی سازش۔ یہ ہے رام اور رحیم کو ایک کرنے کا پرانا تماشا۔ یہ ہے اکبر کے دینِ الٰہی کو نئی صورت میں ایجاد کرنے کا معاملہ۔ اس سازش کے تمام کردار ہمارے سامنے ہیں۔ کیا پوری پاکستانی قوم بالکل ہی اندھی ہوگئی ہے؟

(مطبوعہ ہفت روزہ: ''فرائیڈے اسپیشل'' ۷ر دسمبر ۲۰۱۸ء، بالتلخیص)

عمران خان اور مدینے جیسی ریاست؟

پروفیسر خالد شبیر احمد

مسندِ حکمرانی پہ براجمان ہونے سے پہلے اور بعد میں بھی عمران خان یہ کہتے ہوئے سنے گئے کہ وہ پاکستان کو مدینے جیسی ریاست بنادیں گے۔ یہ تو پاکستان بنانے والوں نے بھی کہا تھا کہ ہم ایک ایسا ملک بنانا چاہتے ہیں، جس میں خلفائے راشدین کے دور کے نظارے پیشِ نظر رہیں گے۔ لیکن افسوس صد افسوس ایسا نہ ہوا سکا اور یہ سب جھوٹ ثابت ہوا۔ عمران خان کے تو منہ پہ یہ بات سجتی ہی نہیں ہے کہ وہ پاکستان کو مدینہ جیسی ریاست بنانا چاہتے ہیں۔ ''یہ منہ اور مسور کی دال'' یا پھر پنجابی کی ایک کہاوت ہے ''پلّے نئیں دھیلہ تے کردی اے میلہ میلہ''۔

یہ حقیقت ہے کہ پاکستان یہاں کے مسلمانوں کی نظریاتی اور دینی آرزوؤں کی جنت ہے، جس کے پس منظر میں پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ کی گونج آج بھی سنائی دیتی ہے۔ پھر لہو کے دریاؤں سے گزر کر بھارت سے مسلمان یہاں پاکستان آئے، جو ایک المناک کہانی ہے، جس پر جتنے بھی آنسو بہائے جائیں کم ہوں گے۔ اس کہانی کو ضبطِ تحریر میں لاتے ہوئے آنکھوں سے خون کے آنسو ٹپکتے ہیں۔ لیکن اس کے بعد کیا ہوا اور کیوں ہوا؟ دراصل مسئلہ قابلِ غور ہے، جس پر نہ جانے کتنی بار لکھا جاچکا ہے کہ یہ فقط ایک نعرہ تھا، جس کا پاکستان کے حکمرانوں کی نیت کے ساتھ کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں تھا اور نہ ہے اور یہ نعرہ کہ پاکستان کو مدینہ جیسی ریاست بنادیا جائے گا بھی ایک نعرہ ہے۔ جس کا عمران خان کی نیت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس کے علاوہ وہ یہ بات بھی کہتے ہیں کہ میں پاکستان کو برطانیہ جیسی فلاحی ریاست بنادوں گا۔ اگر وہ پاکستان کو برطانیہ جیسی ریاست بنا بھی لیں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر کیا پاکستان مدینے جیسی ریاست بن جائے گی۔ اگر برطانیہ آج فلاحی ریاست ہے تو کیا ہم اُسے مدینے جیسی ریاست کہہ سکتے ہیں، نہیں، ہرگز نہیں۔ برطانیہ میں آزادیٔ رائے کے نام پر مادر پدر آزادی، عورتوں کی بے پردگی، لڑکیوں کو بوائے فرینڈز بنانے کی کھلی اجازت، طلاق کے مقدموں کی بھرمار، بے پردگی، شراب نوشی کی اجازت اور اس کے علاوہ نہ جانے کتنی قباحتیں، کیا یہ سب کچھ مدینے کی ریاست میں بھی تھا (نعوذ باللہ)۔ عمران خان صاحب صرف ایک بات کا جواب دیں کہ جس طرح اُن کی یہ تیسری بیوی پردہ کرتی ہے، پاکستان کی تمام عورتوں کو اس طرح کا پردہ کرواسکتے ہیں؟

''ایں خیال است و محال است و جنوں''

آپ کی قومی اسمبلی، آپ کا سینٹ، آپ کی وزارتیں آپ کی صدارتیں اور اس کے علاوہ پاکستان کا کون سا ادارہ ہے جس میں سرکاری کاموں میں عورتوں کی مداخلت نہیں ہوتی جب کہ مدینے کی ریاست میں تو عورتیں پردے میں رہتی تھیں اور یہ اسی پردہ کا نتیجہ تھا کہ پورا معاشرہ نیک، صالح، دینی اقدار کا پابند، عبادت، سیادت کی تمام خوبیوں سے مالا مال تھا اور یہ اس لیے تھا کہ دین کا

تقاضا بھی یہی تھا۔ جب کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ سے واضح ہوتا ہے۔ جس کا مفہوم کچھ اس طرح ہے:

''جب تک آپ کے ہاں عدل ہوتا رہے گا، آپ کے مخیّر حضرات غریب پروری سے کام لیتے رہیں گے اور آپ کے معاملات باہمی مشاورت سے طے ہوتے رہیں گے اس وقت آپ کے لیے زمین کے پیٹ سے زمین کی پیٹھ آپ کی مقدر رہے گی اور جب آپ کے ہاں عدل نہیں رہے گا۔ مخیّر حضرات بخیل ہوجائیں گے غریب پروری ختم ہوجائے گی اور آپ کے معاملات عورتوں کی مشاورت سے طے ہونے شروع ہوجائیں گے تو پھر آپ کے لیے زمین کی پیٹھ کے بجائے زمین کا پیٹ مقدر ہوگا۔''

فرمایئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے بارے میں عمران خان اور ملک کے دوسرے سیاست دان کیا فرماتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں کہ آپ کے معاملات اور خصوصی طور پر وہ معاملات جو نظم مملکت سے متعلق ہیں ان سے عورتوں کی مشاورت نہیں ہونی چاہیے۔ پاکستان میں ایسا نہیں ہے تو پھر پاکستان کیسے مدینے جیسی ریاست بن جائے گی۔

پھر مدینہ میں تو کوئی سودی کاروبار نہیں ہوتا تھا۔ جب کہ پاکستان میں پاکستان کی شریعت کورٹ کا سود کی ممانعت کا فیصلہ فیڈرل حکومت کی طرف سے اپیل کے بعد سپریم کورٹ میں ابھی تک کسی کونے کھدرے میں پڑا ہوا ہے۔ جس کا فیصلہ نہ اس وقت ہوا نہ کبھی ہوسکے گا۔ اگر پاکستان میں یہی سودی نظام چلتا رہے تو کیا پھر بھی پاکستان مدینہ جیسی ریاست بن پائے گی۔

پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ مدینے کی ریاست میں کہیں ایسے لوگ بھی تھے جو عقیدہ ختم نبوت کے باغی ہوں۔ جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اور کو نبی مانتے ہوں، خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تو مسیلمہ کذاب کے خلاف قتال کا حکم دیا۔ جو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نبی تسلیم کرتا تھا اور اپنی نبوت کا بھی دعویٰ کرتا تھا بالکل اسی طرح جس طرح یہاں کے قادیانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی مانتے ہوئے مرزا قادیانی کو بھی نبی مانتے ہیں جنگ یمامہ میں اسے جہنم رسید کر کے قیامت تک کے لیے عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت کو واضح کردیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کی نبوت کا کوئی جواز نہیں۔

عمران خان صاحب سپریم کورٹ سے رابطہ کرکے پاکستان کے اندر منکرین ختم نبوت کو از خود نوٹس دلوا سکتے ہیں؟ جو مرزا قادیانی کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی مانتے ہیں اور جن کے خلاف قومی اسمبلی کا فیصلہ ہوچکا ہے کہ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ یہ لوگ پاکستان کا کھاتے ہیں اور زندگی کی تمام مراعات سے فائدہ اٹھاتے ہیں لیکن آئین کو تسلیم نہیں کرتے ان کے پاکستان میں رہتے ہوئے کیا عمران خان پاکستان کو مدینے جیسی ریاست بنا پائیں گے؟ ہرگز نہیں۔ اس لیے ہماری ان سے گذارش ہے کہ کوئی اور خوش کن اور دلفریب نعرہ لگائیں جیسے یہ کہ ایک کروڑ نوکری اور پچاس لاکھ مکان۔ ان نعروں سے ان کی وزارت عظمیٰ کا دور آسانی سے گزر جائے گا بالکل اسی طرح جس طرح پیپلز پارٹی کا روٹی کپڑا اور مکان والا نعرہ تھا جواب تک نعرہ ہی ہے۔

آخر میں قرآن پاک کی ایک آیت کے آخری حصہ کا ترجمہ کہ ''وہ بات کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں۔'' کم از کم اس پر ہی عمل کرلیں مدینہ کے تقدس کو مجروح کرنے سے کیا فائدہ؟

عالمی بے حسی کا شکار برما کے روہنگیا مہاجرین

سید شہاب الدین شاہ

قارئینِ گرامی! آج کے گلوبل ویلیج کے اظہاری اور ابلاغی دور میں جہاں چھوٹی سی خبر چند لمحوں میں پوری دنیا کے مین اسٹریم میڈیا کی بریکنگ نیوز بن سکتی ہے۔ لیکن افسوسناک بات یہ ہے کہ یہ خبروں کا شور وغل میڈیا مالکان کے مفاد میں ہو تو چٹخارے دار نیوز بنتی ہے ورنہ فلسطین، شام، کشمیر برما اور دیگر ایسے ممالک جہاں تاریخ انسانی کی بدترین ستم گریاں دیکھنے کو ملتی رہتی ہیں، چونکہ اس میں عالمی سرمایہ داری کا کچھ مفاد نہیں اور میڈیا ٹائیکونز کو اس میں مسالہ دار کشش نہیں دکھتی لہٰذا میڈیا اسے کسی خاطر میں نہیں لاتا۔ آج میں ایک ایسی بستی کا ذکر کرنے جارہا ہوں جہاں بظاہر انسان بستے ہیں لیکن دہائیوں سے چھائی محرومی، بھوک اور ظلم وتشدد نے سیکڑوں ہزاروں انسانوں کی زندگیوں کو تباہ کر کے رکھ دیا ہے۔ یہ میانمار (برما) کے وہ مسلمان ہیں جو روہنگیا نسل کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ صدیوں سے یہ مسلمان صوبہ ارکان (ریاست راکھین) میں آزادانہ حیثیت سے زندگی گزارتے آئے لیکن کم وبیش پون صدی بیشتر برما کے ڈکٹیٹر حکمرانوں نے ان مظلوم روہنگیا مسلمانوں کی ریاست پر غاصبانہ قبضہ جمالیا، یہ وہ دور تھا جب تحریک پاکستان عین شباب پر تھی۔ پاکستان کے ساتھ متعدد مسلم ریاستوں کے الحاق کی خبروں کے سبب اہلِ ارکان نے بھی اس تحریک میں شامل ہونے کی کوشش کی۔ لیکن حالات نے روہنگیا مسلمانوں کے مقدروں پر سیاہ چادر تان دی، یوں نہ ختم ہونیوالے جبر واستبداد کا دہانہ کھل گیا جو نسلوں کو تاراج کرتا ہوا آج ستر سال تک پھیل چکا ہے۔

آج روہنگیا مسلمانوں کے مہاجر کیمپس میں چلتے پھرتے لاش نما نحیف اجسام دیکھنے کو ملتے ہیں۔ جہاں پروان چڑھنے والی نسلیں تاریک مستقبل کی راہوں میں بھٹکتی نظر آرہی ہیں۔ پینے کا صاف پانی ملنا تو درکنار میتوں کو غسل دینے کیلئے پانی دستیاب نہیں۔ گزشتہ برس نئی ہجرتوں کے سبب روہنگیا مہاجرین کی 6 لاکھ آمد کی وجہ سے کیمپس میں ٹھونسا گیا۔ 35 سے 37 کلومیٹر مہاجر کیمپ میں باقی ماندہ مہاجرین پہاڑوں پہ جنگلات میں رہنے پر مجبور ہوگئے۔ جو آئے روز جنگلی درندوں کا نشانہ بننے کی وجہ سے اموات کا شکار ہورہے ہیں۔

اقوام متحدہ کی ایک رپورٹ میں برما کی فوج کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ان کی جنگی حکمت عملی مستقل طور پر سیکورٹی خدشات سے غیر متناسب حد تک بڑھ کر جارحانہ تھی۔ اس رپورٹ میں فوج کے سربراہ من آنگ لینگ سمیت پانچ افسران کے نام دیئے گئے ہیں جنکے بارے میں کہا گیا ہے کہ ان پر مقدمہ چلنا چاہیے۔ اس رپورٹ میں امن کا نوبل انعام جیتنے والی برما کی رہنما آنگ سان سوچی پر بھی سخت تنقید کی گئی تھی اور کہا گیا کہ روہنگیا مسلمانوں پر ہونے والے مظالم کو روکنے میں ناکام رہیں۔ اس رپورٹ میں تجویز دی گئی کہ یہ معاملہ انٹرنیشنل کرمنل کورٹ میں بھیجا جائے۔ اقوام متحدہ کی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ انکی تفتیش کے مطابق جو جرائم ہوئے ہیں وہ اس لیے اتنے حیران کن ہیں کہ ان کی بڑے پیمانے پر نفی کی جاتی رہی ہے۔ فوجی کاروائیاں چاہے وہ کتنی ہی ضروری کیوں نہ ہوں، ایسا کسی بھی صورت میں جائز نہیں ہے کہ

اندھا دھند لوگوں کو قتل کیا جائے۔ خواتین کے گینگ ریپ کئے جائیں، بچوں پر حملے کئے جائیں یا گاؤں جلا دیئے جائیں۔

واضح ہے کہ صرف اقوام متحدہ نے ہی برما میں روہنگیا مسلمانوں پر ہونیوالے مظالم پر تفتیش نہیں کی بلکہ امریکہ کی وزارت خارجہ نے بھی اس حوالے سے جداگانہ تفتیش کی امریکی سفیر نکی ہیلی کے مطابق امریکی محکمہ خارجہ نے بھی اپنی رپورٹ کیلئے ایک ہزار سے زائد روہنگیا مسلمانوں کے انٹرویو کئے، جن سے گزشتہ سال کے واقعات کی ہولناک تصاویر سامنے آئی ہیں۔ امریکہ اقوام متحدہ کی رپورٹ کی تصدیق کر رہا ہے کہ روہنگیا مسلم کشی کی ذمہ داری میانمار (برما) حکومت کی فوج کا سربراہ اور پانچ دیگر فوجی افسران ہیں۔ امریکہ نے یہ بیان دفتر خارجہ سے نہیں بلکہ اقوام متحدہ کے سلامتی کونسل کے اجلاس میں دیا۔ اقوام متحدہ کی اس سلامتی کونسل کے سامنے جہاں عالمی قوتیں اپنے مفادات کی خاطر لاکھوں انسانوں کو امن کے نام پر قتل کرا دیتی ہیں۔ امن کے قیام کے نام پر مسلم ممالک پر قابض و جارحیت کرتی ہیں۔ مسلم ممالک کے مظلوم نہتے عوام پر ہولناک بمباریاں کر کے مسلم دنیا کو خانہ جنگی میں مصروف رکھنے کیلئے اپنے اپنے مفادات کی خاطر کھربوں ڈالر خرچ کرنے میں ایک لمحے کی تاخیر نہیں کرتیں۔ اقوام متحدہ کا مشن باقاعدہ تصدیق کر رہا ہے کہ برما میں منصوبہ بندی کے تحت مسلم نسل کشی کی گئی۔ امریکہ بھی اقرار کر رہا ہے اس کی وزارتِ خارجہ نے بھی تصدیق کی ہے کہ اقوام متحدہ مشن کی رپورٹ درست ہے۔ تو پھر اس کے بعد کیا جواز رہ جاتا ہے کہ روہنگیا مسلم کشی کے خلاف برما حکومت کے خلاف اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل سخت اقدامات کرے اور وہی اصول روا رکھے جو عالمی قوتیں اپنے مفادات کیلئے دیگر جنگ زدہ ممالک میں اپنائے ہوئے ہیں۔

عالمی ذرائع ابلاغ کے مطابق نکی ہیلی نے کونسل کو بتایا کہ جن افراد کے انٹرویوز کیے گئے ان میں سے 82 فی صد نے اپنی آنکھوں سے کسی کو قتل ہوتے دیکھا، نصف سے زائد افراد کے سامنے خواتین کی آبروریزی کی گئی جب کہ لگ بھگ 250 افراد نے دعویٰ کیا کہ انہوں نے 100 سے زائد افراد کو ایک ساتھ قتل یا زخمی ہوتے ہوئے دیکھا تھا۔ نکی ہیلی کا کہنا تھا کہ اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کی رپورٹ کے مطابق ان میں سے بیشتر مظالم میں برما کی فوج اور دیگر سیکورٹی ادارے براہِ راست ملوث تھے۔ امریکی سفیر کا کہنا تھا کہ دنیا اب مزید اس مشکل سچ سے آنکھیں نہیں چرا سکتی کہ راکھین میں کیا ہوا تھا۔ نکی ہیلی کے بیان سے امریکی محکمہ خارجہ کی روہنگیا بحران سے متعلق رپورٹ کے مندرجات پہلی بار منظرِ عام پر آئے ہیں۔ اطلاعات کے مطابق محکمہ خارجہ کے ماہرین نے یہ رپورٹ رواں سال اپریل کے اختتام پر مکمل کی تھی جس کیلئے بنگلہ دیش کے کیمپوں میں مقیم 1024 روہنگیا مہاجرین کے انٹرویوز کیے گئے۔ عالمی ابلاغ کے مطابق تا حال یہ واضح نہیں کہ امریکی وزیر خارجہ مائیک پومپیو آیا یہ رپورٹ ذرائع ابلاغ کو جاری کریں گے یا نہیں۔ قبل ازیں اس رپورٹ کو اقوام متحدہ کی رپورٹ کے اجراء سے ایک روز قبل، جاری کیا جانا تھا لیکن امریکی محکمہ خارجہ نے رپورٹ پر مزید غور کیلئے اس کا اجراء روک دیا تھا۔

یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ میانمار (برما) میں مسلم نسل کشی بارے کئی برسوں سے مختلف ذرائع و ابلاغ نمایاں شائع کرتے رہے ہیں لیکن عالمی قوتوں و مسلم اکثریتی ممالک نے میانمار میں روہنگیا مسلم نسل کشی پر مجرمانہ خاموشی برقرار رکھی۔ جنوری 2018ء میں میانمار کی فوج نے پہلی بار تسلیم کیا تھا کہ ریاست رکھائن میں حالیہ کشیدگی کے دوران اس کے فوجی روہنگیا مسلمانوں کے قتل میں ملوث تھے۔ میانمار کی فوج کے مطابق تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ فوج کے چار اہلکاروں نے

انڈن گاؤں میں دس لوگوں کو ہلاک کیا۔لیکن جب عالمی اداروں کی جانب سے ہولناک مظالم کی رپورٹس تواتر سے آنے لگیں تو میانمار حکومت اپنے بیان سے مکر گئی اور فوج کے مسلم روہنگیا نسل کشی کے الزام کو رد کردیا۔اسی طرح نے ہلاکتوں، بچوں کے ساتھ زیادتیوں اور خواتین کی عصمت دری کے واقعات سے بھی انکار کردیا۔حالانکہ عالمی طبی امدادی ادارے ڈاکٹرز ودآؤٹ بارڈرز نے گزشتہ برس ایک ہولناک رپورٹ جاری کی تھی کہ میانمار میں اگست (2017) کے مہینے کے دوران کم از کم 6700 روہنگیا افراد کو قتل کیا گیا۔ڈاکٹرز ودآؤٹ بارڈرز کا کہنا ہے کہ یہ وسیع پیمانے پر پھیلنے والے تشدد کی واضح ترین نشانی ہے۔طبی تنظیم کے سروے کے مطابق 25 اگست سے ستمبر 2017 کے درمیان 9 ہزار روہنگیا میانمار میں مارے گئے ڈاکٹرز ودآؤٹ بارڈرز کے مطابق محتاط ترین اندازوں کے تحت کم از کم 6700 ہلاکتیں پرتشدد واقعات میں ہوئیں جن میں پانچ سال سے کم عمر کے کم از کم 730 بچے شامل ہیں۔ڈاکٹرز ودآؤٹ بارڈرز کے میڈیکل ڈائریکٹر سڈنی وونگ کا کہنا ہے جو کچھ ہم سامنے لے کر آئے وہ حیران کن ہے۔ڈاکٹرز ودآؤٹ بارڈرز کے مطابق 69 فیصد پرتشدد واقعات میں گولی لگنے سے شہید ہوئے تھے۔نو فیصد کی موت گھروں کو جلانے سے ہوئی۔پانچ فیصد کو مار مار کر شہید کیا گیا۔ڈاکٹرز ودآؤٹ بارڈرز کے مطابق شہید ہونے والے پانچ سال سے کم عمر بچوں میں 59 کو مبینہ طور پر گولی ماری گئی، 15 فیصد کو جلایا گیا، سات فیصد کو مار مار کے شہید کیا اور دو فیصد بارودی سرنگ سے شہید ہوئے۔

اقوام متحدہ کی جانب سے اب میانمار حکومت کے حوالے سے مسلم روہنگیا نسل کشی کے ناقابل تردید شواہد سامنے آچکے ہیں مگر اس کے مطابق عملی اقدامات کے وجود میں آنے کا کچھ امکان نہیں نظر آرہا ہے۔اقوام متحدہ کے سیکریٹری جنرل انتونیو گوتیرس نے کہا کہ عالمی ادارے ماہرین کی رپورٹ سنجیدہ غور کی متقاضی ہے اور میانمار (برما) کے مختلف نسلی گروہوں کے درمیان حقیقی مفاہمت کے لیے ضروری ہے کہ مظالم کے ذمہ داروں کو انصاف کے کٹہرے میں لایا جائے۔سات لاکھ سے زائد جو کہ اب کل ملا کر تیرہ سے چودہ لاکھ کے درمیان ہو چکے ہیں۔روہنگیا مسلمانوں کو بنگلہ دیش ہجرت کرنا پڑی تھی جہاں وہ تاحال عارضی کیمپوں میں مقیم ہیں اور وہاں روہنگیا مسلمانوں کو تکالیف کا سامنا ہے۔کم سن لڑکیوں اور خواتین کو روزگار دلانے کے بہانے بنگلہ دیشی قحبہ گر جسم فروشی کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔انہیں وہاں فروخت کر کے قحبہ خانوں میں ہوس کے درندوں کے آگے پھینک دیا جاتا ہے۔بنگلہ دیش حکومت کی جانب سے روہنگیا مسلمانوں کو کام کرنے اور کیمپوں سے باہر جانے کی اجازت نہیں ہے۔جس کے نتیجے میں روہنگیا مسلم مہاجرین کی خیمہ بستیوں میں ایک نیا انسانی المیہ جنم لے رہا ہے۔عالمی ادارے مہاجرین کی بنیادی سہولیات و مناسب غذا علاج پہنچانے میں مکمل طور پر کامیاب نہیں ہیں۔عالمی قوتیں جنگوں کے نام پر کھربوں ڈالرز تو بارود میں اڑا دیتے ہیں لیکن لاکھوں مہاجرین کی حالت زار اور انہیں صحت وخوراک کی مناسب سہولت پہنچانے کیلئے ان کے خزانے خالی ہوتے ہیں۔

مسلم روہنگیا نسل کشی میں سوشل میڈیا نے بڑا مکروہ کردار ادا کیا۔اقوام متحدہ کی حالیہ رپورٹ کے بعد فیس بک انتظامیہ نے میانمار کے فوجی افسران کے کئی اکاؤنٹس بند کر دیئے ہیں۔سوشل میڈیا میں روہنگیا مسلمانوں کے خلاف جس قدر نفرت انگیز کردار ادا کیا اس حوالے سے اقوام متحدہ کے ایک اہلکار نے فیس بک کو ایک خونخوار جانور قرار دیا تھا۔پہلی مرتبہ فیس بک انتظامیہ کی جانب سے میانمار کے کئی اعلیٰ فوجی اہلکاروں کے، جن میں فوج کے سپاہ سالار بھی شامل ہیں کے صفحات کو بلاک کیا

گیا۔ عالمی ابلاغ کے مطابق یہ پہلی مرتبہ ہے کہ فیس بک نے کسی فوجی یا سیاسی رہنما پر پابندی لگائی ہے۔ فیس بک نے میانمار سے وابستہ 18 اکاؤنٹ اور 52 فیس بک صفحات بند کیے ہیں۔ انسٹا گرام پر بھی، جسے اب فیس بک نے خرید لیا ہے، ایک اکاؤنٹ بند کر دیا گیا ہے۔ ان سب کے کل ملا کر تقریباً ایک کروڑ بیس لاکھ فالورز ہیں۔ میانمار میں فیس بک سوشل میڈیا کا سب سے بڑا پلیٹ فارم ہے اور ایک کروڑ آٹھ لاکھ سے زائد لوگ اسے استعمال کرتے ہیں۔ اقوام متحدہ کی رپورٹ کے مطابق میانمار میں زیادہ تر افراد کے لیے فیس بک انٹرنیٹ ہے۔ لیکن یہ ان افراد کے لیے ایک مفید آلہ بن گیا جو نفرت پھیلانے چاہتے ہیں۔ اقوام متحدہ کی رپورٹ میں کہا گیا ہے کئی برسوں سے روہنگیا مسلمانوں کے خلاف حکومتی وفوجی کاروائیوں کے نتیجے میں پیدائش سے لے کر موت تک جبر کو ایک شدید اور منظم نظام کا حصہ بنایا گیا۔ ریاستی اخبار ان کے متعلق لکھتے ہوئے انہیں 'پسو' یعنی خون چوسنے والے کیڑے کہتے رہے ہیں۔ بدھ قوم پرستوں نے بھی اس خیال کو تقویت دی گزشتہ برس شائع ہونے والے خبر رسان ادارے رائٹرز کی ایک رپورٹ کے مطابق فیس بک پر ایسی 1000 پوسٹس، تبصرے اور تصاویر تھیں جن میں روہنگیا مسلمانوں پر حملے کیے گئے تھے۔ تبصروں میں روہنگیا کو کتے، کیڑے اور پیسٹ کہا گیا تھا کئی ایک میں کھلے عام مذہب اسلام کی مذمت کی گئی تھی اور ایک فیس بک صفحے میں تو سب مسلمانوں کی نسل کشی کا کہا گیا تھا۔ میانمار کے فوجی سربراہ من آنگ لینگ کے دو فیس بک اکاؤنٹ ہیں۔ خبر رساں ادارے اے ایف پی کے مطابق ایک اکاؤنٹ کے 13 لاکھ جبکہ دوسرے کے 28 لاکھ فالوورز ہیں۔ فیس بک انتظامیہ نے اعتراف کیا ہے کہ اس صفحے اور اس جیسے دیگر صفحات نے جن پر پابندی ہے، نسلی اور مذہبی تناؤ کو آگ دکھائی ہے۔ 2014 میں بھی ماہرین نے اس بات کی طرف نشاندہی کروائی تھی کہ فیس بک میانمار میں منافرت پھیلا رہی ہے۔ مارچ میں اقوام متحدہ کے ایک اہلکار نے کہا کہ فیس بک ملک میں ایک خونخوار جانور بن گئی ہے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ نفرت انگیز مواد سے نمٹنے میں فیس بک آہستہ اور بے اثر رہی ہے۔

ہیومن رائٹس واچ کے ڈپٹی ایشیا ڈائریکٹر فل رابسٹن کی حالیہ ان رپورٹس پر تبصرہ کرتے بتایا، جس کے مطابق غیر ملکی صحافیوں کی بلا جواز گرفتاری ہوئی اور ان صحافیوں تک ان کے اہل خانہ اور متعلقہ حکام کی رسائی نہیں دی جا رہی۔ لہٰذا متذکرہ این جی او کے نمائندے نے آنگ سانگ سوچی کی صحافیوں کے معاملے کو لے کر غیر ذمہ دارانہ بیان دینے پر کڑی تنقید کی ہے۔ دوسری طرف ریفیوجز کیمپس کی حالت زار پر عالمی برادری اور میڈیا کی مجرمانہ غفلت وخاموشی بددیانتی کا کھلا ثبوت پیش کر رہی ہے۔ جس تناظر میں کچھ روز قبل بنگلہ دیشی وزیر اعظم نے عالمی برادری کو روہنگیا مسلمانوں کی بحفاظت واپسی کیلئے کردار ادا کرنے پر زور دیا ہے۔

لہٰذا بحیثیت مسلمان ہمیں ان مظلوم روہنگیا مہاجر مسلمانوں کی اخلاقی اور مالی دادرسی کیلئے ہر فورم آواز اٹھانے کی ہر درد دل رکھنے والے مسلمان کیلئے ضروری ہے۔ اس ضمن میں قارئین کی اطلاع کیلئے یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ اکابر علماء مشائخ اور سماجی نمائندوں کی مشترکہ اور تعمیری سوچ اور کوشش نے مستقل اور فوری حل اسی میں سمجھا کہ روہنگیا مسلمانوں کی موجودہ اور آئندہ آنیوالی نسلوں کی دینی اصلاح کیساتھ دیگر امدادی کاموں کو بہتر اور مؤثر انداز میں کرنے کے حوالے سے ایک اسلامی نظریاتی پس منظر رکھنے والے فلاحی ٹرسٹ کی بنیاد رکھی جائے۔ چنانچہ کم وبیش 36 سال قبل میانمار (برما) ہی

سے تعلق رکھنے والے ایک نوجوان عالم دین مولانا عبدالقدوس برمی (0336-7048341) کی زیرِادارت ''جمعیۃ خالدؓ بن ولید الخیریہ (ارکان برما)'' کا وجود عمل میں لایا گیا، اب تک جس کے بینر تلے گزشتہ تین عشروں سے ہزاروں خاندانوں کو ہر ممکن امداد فراہم کی گئی بلکہ ان کے بچوں کی دینی و دنیاوی تعلیم کا انتظام بھی کیا گیا۔ جہاں سینکڑوں مسلم بچے، بچیاں زیورِ تعلیم سے آراستہ ہونے کے بعد آگے علم کی روشنی پھیلانے میں کوشاں ہیں۔

یہاں یہ بات بھی عرض کردوں کہ اگست 2017ء میں ہجرت کر کے آنیوالے لاکھوں مہاجرین جو جنگلی پہاڑوں پر آباد ہونے پر مجبور ہوئے وہ میدانی حصے میں بسنے والے مہاجرین کی بہ نسبت زیادہ مشکلات سے دوچار ہیں۔ ایک طرف جنگلی جانوروں کے حملے کا ہر وقت دھڑکا تو دوسری طرف خوراک کی شدید قلت اور پھر پانی کا سنگین بحران در پیش ہے۔ جہاں پانی مہیا کرنے کیلئے پہاڑوں کے نیچے بہتی نہر سے کیمپ تک بذریعہ پیٹر انجن تقریباً پانچ سے چھ لاکھ روپے تخمینہ لگایا گیا ہے۔ اوران پیٹر انجنوں کی کم از کم تین سے پانچ تک فوری ضرورت ہے۔ چندروز قبل ایک ملاقات موقع پر مولانا عبدالقدوس برمی نے بتایا کہ روزمرہ پینے کے پانی کی قلت سے لے کر واش رومز کی صفائی کرنے تک کے لیے پانی کی عدم دستیابی کا سامنا ہے، جس کا ایک حل عالمی این جی اوز بھی پیش کر رہی ہیں مگر ان کی شرائط اور امداد کے گڑ میں چھپے ہوئے کفریہ نظریات کے زہر سے برمی مسلمان خوفزدہ بھی ہیں۔ امت مسلمہ کو بذاتِ خود اس المیہ کا حل مہیا کرنا ہوگا، یہ قومی وملی ذمہ داری بھی ہے اور ایمانی واخلاقی کیفیات کا بنیادی تقاضا بھی۔

دعاءِ صحت

- ★ قائد احرار، ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم
- ★ مجلس احرار اسلام ملتان کے سرپرست اور رکن مرکزی مجلس شوریٰ صوفی نذیر احمد
- ★ حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند گرامی جناب خواجہ رشید احمد صاحب
- ★ لاہور کے بزرگ احرار کارکن چودھری محمد اکرام صاحب
- ★ مدرسہ معمورہ ملتان کا سابق طالب علم حافظ محمد اویس سنجرانی
- ★ مجلس احرار اسلام ملتان کے قدیم کارکن محمد یعقوب خان خواجکزئی
- ★ ملتان میں ہمارے کرم فرما پروفیسر محمد ایوب خان علیل ہیں
- ★ چیچہ وطنی، پیر جی عبداللطیف رحمہ اللہ کے پوتے، پیر جی عبدالجلیل مدظلہٗ کے فرزند خلیل الرحمٰن علیل ہیں
- ★ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی علیل ہیں

احباب وقارئین سے درخواست ہے کہ تمام مریضوں کی صحت یابی کے لیے دعا فرمائیں، اللہ تعالیٰ سب کو شفا کاملہ عطا فرمائے۔ آمین

ایک اچھا استاد

حبیب الرحمٰن بٹالوی

آج کے نظام تعلیم کا تعلق مغربی تہذیب سے ہے جو انسان کو انسان نہیں بناتی صرف اس کا طرز زندگی بدلتی ہے۔ اچھے سے اچھا جاب، اچھے سے اچھا گریڈ، اچھے سے اچھی کالونی میں رہائش جو طرز زندگی میں تبدیلی لا سکے، زندگی کو پر تعیش بنا سکے۔ مگر یہاں ایک اہم سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا بچے کی پیدائش کا مقصد یہی ہے کہ زیادہ سے زیادہ پیسے کا حصول، جو معاشرہ نہیں کرنا چاہتا وہ پیسے کے زور پر کرایا جا سکے۔ یہی نظریہ ہمارے نظام تعلیم کی دین ہے اور یہی بات ہمارے طالب علم کو اپنی زندگی کے مقصد سے دور لے جا رہی ہے کہ آپ اپنے بچے کو اس نظام تعلیم کی روشنی میں تیار کریں۔ ہر طرح کی سہولیات اسے مہیا ہوں، بحریہ ٹاؤن، ڈیفنس، واپڈا ٹاؤن میں کنالوں میں اس کی کوٹھی ہو، چاہے اس کے ماں باپ اس سے ناراض ہوں۔ کیونکہ اسے یہ تعلیم ہی نہیں دی گئی، اسے بتایا ہی نہیں گیا کہ ماں باپ کی تکریم کتنی ضروری ہے، ان کا ادب لحاظ کتنی اہمیت رکھتا ہے، تو وہ ایک ناکام طالب علم ہے۔ بقول اکبر الٰہ آبادی اس پر تعجب بھی فضول ہے کہ

طفل سے بُو آئے کیا ماں باپ کے اطوار کی
دودھ تو ڈبے کا ہے تعلیم ہے سرکار کی

اور نتیجتاً

شہر میں آکر پڑھنے والے بھول گئے
کس کی ماں نے کتنا زیور بیچا تھا

قارئین! یہاں ایک ایسے ڈاکٹر کی مثال پیش کی جاتی ہے جو کہتا ہے کہ میں نے میٹرک کے بعد طے کر لیا تھا کہ میں نے ڈاکٹر بننا ہے اور ایک عظیم ڈاکٹر بننا ہے۔ ماں باپ کا اکلوتا بیٹا ہے، وہ مزید تعلیم کے لیے ملک سے باہر گیا، پیچھے ایک دن باپ شدید بیماری میں مبتلا ہو گیا، مرنے کے قریب تھا۔ رشتے داروں نے اطلاع دی کہ تمہارے والد قریب المرگ ہیں تمہیں یاد کرتے ہیں جلدی آؤ۔ اس نے جواب دیا میں اس وقت اپنے کیریئر کی ایسی سطح پر ہوں کہ آنا محال ہے۔ باپ فوت ہو گیا، اطلاع دی گئی کہ آپ اپنے ماں باپ کی اکلوتی اولاد ہیں ضرور آئیں۔ جواب آیا میں اپنا مستقبل تباہ نہیں کر سکتا۔ کفن دفن کے لیے پیسے بھجوا رہا ہوں دفنا دیں۔ اس کے چھ ماہ بعد ماں مر گئی، لوگوں نے اطلاع دی ڈاکٹر نہیں آیا کہا میرا کورس ختم ہونے کے قریب ہے میں نہیں آ سکتا والدہ کی تجہیز و تکفین کر دیں اور میرے گھر کو تالا لگا دیں۔

قارئین! کیا یہ سب ایک کامیاب طرز زندگی کا روپ ہے؟ یا کبھی ہو سکتا ہے؟ ہم سب آج کل کے استاد، طلباء کو

یہی کچھ سکھا رہے ہیں۔ بطور استاد ہم ایک انسٹرکٹر ہیں جو صرف یہ بتاتے ہیں کہ ان راہوں پر چل کر انجینئر بنا جا سکتا ہے۔ ڈاکٹر بنا جا سکتا ہے یا اس طرح اچھے نمبر لیے جا سکتے ہیں۔ کیونکہ مغربی تہذیب نے ہمیں یہی کچھ سکھایا ہے۔ مغربی تہذیب کیا ہے؟ روشن خیالی۔ یعنی رہبری اپنی عقل سے حاصل کرو۔ سرسید نے بھی یہی کہا تھا کہ ''اسلام عقل کے اصولوں پر مبنی ہے۔'' ہاں! علامہ محمد اقبال نے اسی باطل نظام تعلیم کے تار پود بکھیرتے ہوئے لکھا

اک لُردِ فرنگی نے کہا اپنے پسر سے منظر وہ طلب کر کہ تیری آنکھ نہ ہو سیر
بے چارے کے حق میں ہے یہی سب سے بڑا ظلم بَرّے پہ اگر فاش کریں قاعدۂ شیر
سینے میں رہے رازِ ملوکانہ تو بہتر کرتے نہیں محکوم کو تیغوں سے کبھی زیر
تعلیم کے تیزاب میں ڈال اس کی خودی کو ہو جائے ملائم تو جدھر چاہے، اسے پھیر
تاثیر میں اِکسیر سے بڑھ کر ہے یہ تیزاب سونے کا ہمالہ ہو تو مٹّی کا ہے اک ڈھیر!

اکبرالہ آبادی نے اپنے انداز میں یہی بات کی ہے:

یوں قتل سے بچوں کے وہ بد نام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

ہندوستان میں انگریزوں کے دورِ حکومت میں لارڈ ولز نے لکھا کہ ''ہم ہندوستان کے مسلمانوں کو عیسائی تو نہ بنا سکے مگر انہیں مسلمان بھی نہیں رہنے دیا۔

عزیزانِ گرامی! ایسے نظام تعلیم کے مقابلے میں وحی انسان کی صحیح رہبری کرتی ہے۔ وحی اس نئی روشنی کی دشمن ہے۔ ہر بچہ فطرت پہ پیدا ہوتا ہے اُسے بتانا نہیں پڑتا کہ روؤ گے تو دودھ ملے گا۔ وہ کہیں سے سیکھ کر نہیں آتا اور

یہ الگ بات کہ شرمندۂ تعبیر نہ ہوں
ورنہ ہر ذہن میں کچھ تاج محل ہوتے ہیں

اور یہ ایک اچھا استاد ہے جو ان تاج محلوں کو تراشتا اور اجالتا ہے۔ ایک اچھا استاد علم کا شہسوار اور فراست کی تلوار ہوتا ہے۔ وہ ایسا درخت ہے جس کی چھاؤں میں بیٹھ کر اکتسابِ علم کرنے والے حال اور مستقبل کے گزرگاہوں کو روشن کرتے ہیں۔ جس کے فیض کا پانی کبھی گدلا نہیں ہوتا اور اس کے شاگرد تاریخ کے ماتھے کا جھومر ہوتے ہیں۔ اچھا استاد طالب علم کو اچھا مشورہ دیتا ہے، اچھی بات شیئر کرتا ہے، صرف سلیبس تک نہیں رہتا بلکہ بچے کی زندگی کے دوسرے مسائل کو بھی دیکھتا ہے مثلاً کلاس کے پچاس ساٹھ بچوں میں سے پانچ بچے ایسے ہیں جو پڑھ نہیں رہے۔ ایک اچھا استاد اُن سے پوچھتا ہے کیا مسئلہ ہے؟ اور پھر ہو سکے تو مسئلہ حل کرنے کی کوشش بھی کرتا ہے۔ اگر طلبا کو سرزنش کرتا ہے تو اچھی کارکردگی پر انعام سے بھی نوازتا ہے حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ استاد بچے کی ایسی تربیت کرتا ہے کہ کلاس میں ٹیسٹ کے دوران استاد نہ بھی

کھڑا ہو تو اُسے یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔ ایسا خوف پیدا کرتا ہے جو صرف پڑھائی میں نہیں، زندگی کے ہر شعبے میں رہبری کر سکے۔ بچے کے سامنے دوسرا عنصر لالچ ہوتا ہے کہ کارکردگی بہتر ہوگی تو انعام ملے گا، ٹرافی ملے گی، میڈل ملے گا، گریڈ ملے گا۔ یہی وجہ ہے کہ آج کل بچہ اپنا مقصد حاصل کرنے کے لیے ہر جائز و ناجائز حربہ استعمال کرتا ہے کہ کسی طرح وہ اپنے گول تک پہنچ سکے۔ مگر یہ مقصد آخرت کی زندگی سے خالی۔ ہمیں اس سے اوپر جانا ہے۔ استاد بچے کے لیے ایک مربی کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ کو زندگی میں کوئی نہ کوئی ایسا استاد ضرور ملا ہوگا کہ جس سے آپ زندگی کے ہر معاملے پر بات کر سکتے ہیں۔ رب اتھارٹی ہے، استاد مربی ہے۔ مربی رب سے ملاتا ہے، اتھارٹی سے ملاتا ہے۔ گویا استاد رب سے ملانے کا ذریعہ۔ ایک ماں کے سات بیٹے ہیں، سب والدہ کی عزت کرتے ہیں اُن میں سے دو بیٹے سرکاری ملازم ہیں دونوں کو اطلاع ملی کہ اُن کی دوسرے شہر میں ٹرانسفر ہوگئی ہے اگر وہ وہاں جائیں گے تو انکی تنخواہ ڈبل ہو جائے گی۔ دوسری سہولیات میں بھی اضافہ کر دیا جائے گا۔ ایک بیٹا تو فوراً یہ پیشکش قبول کر کے دوسرے شہر میں چلا جاتا ہے مگر دوسرا بیٹا کہتا ہے کہ میں والدہ کی اجازت کے بغیر نہیں جا سکتا۔ پہلا بھی والدہ کا احترام کرتا ہے مگر والدہ کو اتھارٹی نہیں مانتا۔ دوسرا والدہ کو اتھارٹی تسلیم کرتا ہے۔ دونوں کی طرز زندگی میں بہت فرق ہے۔

قارئین! رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے استاد بنا کر بھیجا گیا ہے، یعنی یہ ایک ایسا پیشہ ہے جس کا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست تعلق ہے۔ چنانچہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہوئے بطور معلم ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ طالب علم کی تعلیم کے ساتھ ساتھ اس کی اخلاقی تربیت کا فریضہ بھی انجام دیا جائے۔ ورنہ تعلیم تو غزوۂ بدر کے کفار قیدی بھی دیتے رہے۔ مگر وہ محض انسٹرکٹر تھے کونسلر نہیں تھے۔ اچھا استاد کونسلر (مسائل کو حل بتانے والا، رہبری کرنے والا) ہوتا ہے۔ بچے کی نفسیات کو سمجھتا ہے اس کی کردار سازی کرتا ہے۔ اس کی ذہنی سطح پر اُتر کر اس سے بات کرتا ہے۔ مشفق و مہربان ہوتا ہے ماں کی طرح نالائق سے نالائق شاگرد سے بھی مایوس نہیں ہوتا۔ اور یہ سچ ہے کہ استاد معاشرے کا وہ طبقہ ہے جو قوم کے افراد کو لافانی قندیلیں بنا دیتا ہے۔ اس کے بکھرے ہوئے پرخلوص موتیوں کے سامنے بادشاہوں کے لٹائے ہوئے خزانے بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ وہ خاک کو اکسیر، تانبے کو کندن، ذرّے کو خورشید، حیوان کو انسان بنا دیتا ہے اور

تو نے پوچھی ہے امامت کی حقیقت مجھ سے — خدا تجھے میری طرح صاحب اسرار کرے
ہے وہی تیرے زمانے کا امام برحق — جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے
دکھا کر موت کے آئینے میں تجھے رُخِ دولت — زندگی اور بھی تیرے لیے دشوار کرے

حضرت اُمّ ایمن......رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی انّا آخری قسط

مولانا ڈاکٹر محمد یاسین مظہر صدیقی

مرض ووفاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم:

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات، ایک عظیم ترین سانحہ تھا اور آپ کے صحابۂ کرام نے اس کو اپنے اپنے نقطۂ نظر سے دیکھا تھا، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کا ردِّعمل اہلِ بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر الگ الگ ہوا تھا، لیکن صدمہ، تکلیف اور پریشانی یکساں طور سے سب کو ہوئی تھی، دوسرے اہل بیت کی طرح حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا بھی صدمہ سے دوچار ہوئی تھیں اور شاید ان کا صدمہ اندوہناک تر تھا کہ انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے دن سے آخر تک اپنے بچے کی مانند پالا پوسا اور پروان چڑھایا تھا۔

ایک روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کے زمانے میں آپ کے پاس حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رونے لگیں تو آپ نے اُن کو تسلی دی اور صبر کی تلقین کی، حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا کو گریہ نے آلیا تو اُن کو تسلی دی گئی اور رونے سے منع کیا گیا، کہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام کو اختیار تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے پاس کی چیز پسند فرمائی، حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا نے کہا: میں اس بنا پر رو رہی ہوں کہ اب ہم سے آسمان سے وحی آنی بند ہو جائے گی۔(۱)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب آپ کی تدفین کا معاملہ درپیش تھا تو حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا نے رونا شروع کر دیا، ان سے پوچھا گیا: ''کیا آپ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر آہ و زاری کر رہی ہیں؟'' فرمایا: ''میں اس بنا پر نہیں رو رہی کیونکہ مجھ سے زیادہ دوسرا کوئی جاننے والا نہیں ہے جو یہ شعور رکھتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے بہتر زندگی کی طرف تشریف لے گئے ہیں، لیکن میں تو اس وجہ سے رو رہی ہوں کہ اب ہم پر آسمان کی خبروں کا دروازہ بند ہو گیا ہے''۔(۲)

امام مسلم نے یہی واقعہ حضرت اُمّ ایمن کی زیارتِ شیخین کے حوالے سے بیان کیا ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اُن کے ہاں گئے تو حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا رونے لگیں، شیخین کے سوال آہ وزاری پر انھوں نے یہی جواب دیا اور حضرات شیخین بھی اس پر رو پڑے۔(۳)

عن انس قال: قال ابوبکر بعد وفاة رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم لعمر: انطلق بنا الی اُم ایمن نزورها کما کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یزورها، فلما انتهیا الیها بکت فقالا لها: ما یبکیک؟ ما عند اللّٰہ خیر لرسوله ﷺ فقالت ما ابکی ان لا اکون اعلم انما عند اللّٰہ خیر لرسول اللّٰہ ﷺ و لکن ابکی ان الوحی قد انقطع من السماء فهیجتهما علی البکاء فجعلا یبکیان معها.(۴)

اولاد واحفاد

الف: حضرت ایمن بن عبید خزرجی

حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہ کے ذکرِ خیر میں اوپر گزر چکا ہے کہ ان کے پہلے شوہر عبید خزرجی سے ایک فرزند حضرت ایمن رضی اللہ عنہ تھے، وہ عہدِ نبوی میں جوان تھے اور ایک مشہور شہ سوار تھے، روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ مدینے ہی رہتے تھے کہ ان کا شمار بنوعوف بن خزرج کے انصار میں ہوتا تھا، انھوں نے بعض غزواتِ نبوی میں سرگرم حصہ لیا تھا اور بعض میں وہ شرکت سے محروم رہے تھے، غزوۂ خیبر میں اُن کی غیر حاضری پر اُن کی ماں نے اُن کی نکیر و ملامت کی تھی اور شاعرِ مدینہ کو اُن کی طرف سے عذر کرنا پڑا تھا، بالآخر وہ غزوۂ حنین میں شریک ہوئے، ثابت قدمی دکھائی، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدافعت کی اور شہادت کی دولت پائی۔ (۵) ابن قتیبہ کی ایک روایت ہے کہ حضرت ایمن رضی اللہ عنہ کے ایک فرزند کا نام جبیر تھا: و كان لايمن ابن يقال له جبير (٦)

امام بخاری اور دوسرے اصحابِ حدیث و سیَر نے بعض احادیث و روایات ایسی بیان کی ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اُمّ ایمن رعبید خزرجی کی نسل چلی تھی، ان کے ایک فرزند کا نام حجاج بن ایمن بن اُمّ ایمنؓ تھا، وہ انصار کے فرد تھے، وہ نماز میں ایک بار رکوع و سجود صحیح ادا نہیں کر سکے تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو نماز دہرانے کا حکم دیا، جب وہ دوبارہ نماز ادا کر کے جانے لگے تو حضرت ابن عمر نے اُن کے بارے میں دریافت کیا، ان کی نسبت و نسب معلوم ہونے پر فرمایا: ''اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو دیکھا ہوتا تو ان کو بہت پیار کرتے اور پھر انھوں نے حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا کی اولاد سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا ذکر بہت شد و مد سے کیا۔

فقال ابن عمر : لو رأى هذا رسول الله ﷺ لأحبّه فذكر حبّه و ما ولدته أم أيمن (٧)

ب: حضرت اسامہ بن زید کلبی رضی اللہ عنہ:

دوسرے شوہر حضرت زید بن حارثہ کلبی رضی اللہ عنہ سے حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا کے دوسرے فرزند حضرت اُسامہ بن زید کلبی رضی اللہ عنہ تھے، وہ ہجرتِ مدینہ سے دس گیارہ سال قبل مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے تھے، ان کا سن ولادت ۲ نبوی/ ۶۱۱ء متعین کیا جا سکتا ہے، وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند عزیز کے فرزند دل بند تھے اور چہیتوں کے چہیتے، ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پوتا بھی قرار دیا جا سکتا ہے، کیونکہ ان کے والد ماجد حضرت زید بن حارثہ کلبی رضی اللہ عنہ، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متبنیٰ (لے پالک، گود لیے ہوئے بیٹے) تھے، مدتوں ان کو زید بن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہا گیا اور قرآنی حکم کے بعد ان کو زید بن حارثہ کہا گیا۔ مصادر میں ان کو زید الحب، محبوب نبوی اور حضرت اسامہ کو ابن الحب، فرزندِ محبوب کہا جاتا ہے۔ ان کے فضائل و مناقب پر پورے پورے ابواب کتبِ حدیث و سیرت میں ملتے ہیں۔ بلاشبہ وہ نوجوان صحابہ کرام رضی

اللہ عنہم میں عزیز ترین نبوی تھے۔(۸)

اسامة بن زيد حب رسول اللّٰـه ﷺ عن اسامة : انـه يأخذه والحسن فيقول : اللهم أحبُّهما...... (۹)

حضرت ایمن بن عبید خزرجی کے وہ ماں جائے بھائی تھے یعنی ماں کی طرف سے بھائی: اخـا اسامة بن زيد لامه ......، حضرت اسامہ بن زید کی کنیت ابو محمد تھی، لڑکپن سے ہی وہ ایک ممتاز تیر انداز تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا لاڈ پیار کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہونے کے سبب وہ اہلِ بیتِ نبوی میں شمار ہوتے ہیں، غزواتِ نبوی میں انھوں نے غزوۂ خندق سے شریک ہونا شروع کیا، وہ بعض سرایا میں بھی گئے اور حیاتِ نبوی کے آخری سریہ میں وہ امیرِ لشکر بنا کر فلسطین بھیجے گئے جب کہ ان کی عمر محض اکیس برس تھی، مرض و وفات نبوی کے زمانے میں انھوں نے ایک فردِ خاندان کی طرح خدمات انجام دیں۔ اسلامی خلافت کے دوران ان کی خدمات قابلِ قدر تھیں، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوران ان کی وفات ہوئی اور مدینے میں دفن کیے گئے، ان کی ذاتِ والا صفات ایک الگ مطالعے کی مستحق ہے، ان کی نسل مدتوں چلی، ان کے فرزند محمد بن اسامہ کا ذکر امام بخاری کی احادیث میں ملتا ہے، ابن حزم نے ان کے دو اور فرزندوں احسن اور زید کا ذکر کیا ہے، محمد بن اسامہ کے دو فرزندوں اسامہ اور عبد کے دونوں محمد نامی فرزند محمد تھے اور دوسرے اخلاف بھی۔(۱۰)

وفات:

حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا کی وفات کے ضمن میں دو طرح کی روایات ملتی ہیں، ایک کے مطابق رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے صرف پانچ ماہ بعد ان کا انتقال ہو گیا، یہ روایت ابن السکن نے سندِ صحیح کے ساتھ امام زہری سے نقل کی ہے، بقول حافظ ابن حجر یہ روایت مرسل ہے، یہی روایت ابن حجر نے فتح الباری میں نقل کی ہے اور دوسرے صاحبانِ علم نے بھی، ابن حجر کی ایک روایت کے الفاظ ہیں: و عاشت ام ايمن بعد النبي ﷺ قليلاً (۱۱)

ابن اثیر کے الفاظ یہ ہیں: ثـم تـوفـيـت بـعـد ما توفى رسول الله ﷺ بخمسة اشهر و قيل بستة اشهر (۱۲)

دوسری روایت پہلی روایت کے معارض ہے اور وہ حدیثِ طارق ہے جس کے مطابق ان کی وفات شہادتِ فاروقی کے بعد ہوئی، ابنِ حجر نے اس کو موصول روایت قرار دیا ہے، اس بنا پر یہ زیادہ قوی اور معتمد ہے کہ حافظ ابن مندہ وغیرہ نے اسی کو قبول کیا ہے، ابن مندہ کا اضافہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بیس دن بعد ان کا انتقال ہوا، اسی بنا پر واقدی کی روایت صحیح معلوم ہے جس کے مطابق اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا کی وفات خلافتِ عثمان رضی اللہ عنہ میں ہوئی تھی:

قال القواقدي: ماتت أُم ايمن في خلافة عثمان (۱۳)

ابنِ سعد نے یہی روایت اپنے الفاظ میں یوں بیان کی ہے:

قال محمد بن عمر : توفیت ام ایمن فی اوّل خلافة عثمان (۱۴)

بعض روایات سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت تک وہ زندہ تھیں اوران کی شہادت کے حادثے پر انھوں نے گریہ وزاری کی اور تبصرہ بھی کہ آج اسلام کی کمزوری کا دن ہے۔

لما قتل عمر بکت ام ایمن قالت الیوم وھی الاسلام (۱۵)

روایات کے تجزیے سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت اُمّ ایمن نے خلافتِ شیخین کا پورا زمانہ پایا اور وہ ۲۴ھ/۶۴۴ء میں واصل بحق ہوئیں یعنی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لگ بھگ تیرہ سال بعد، ان کی عمر کا حوالہ اب تک کہیں نہ مل سکا، قیاس سے کہا جاسکتا ہے کہ وہ اَسّی سال سے اوپر ہی تھیں، کیونکہ ان کے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف تریسٹھ برس کی ہوئی تھی۔

خاتمۂ بحث:

بہت کم ایسی شخصیات تھیں جن کو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کو شروع سے آخر تک دیکھنے، پرکھنے، برتنے اور آنکھنے کی سعادت نصیب ہوئی تھی، جتنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب انّا حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا کو ملی تھی، بلاشبہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اعزہ واقربا جیسے حضرت عباس بن عبدالمطلب ہاشمی کو ولادتِ مبارکہ کے قبل سے وفاتِ نبوی کے بعد تک انوارِ محمدی کا دیدار نصیب ہوا تھا مگر ان کا جلوہ و دیدار ذرا دور کا جلوہ تھا، حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا ان سب عزیزوں، قریبوں، رشتہ داروں اور جاں نثاروں سے بھی زیادہ قریب وعزیز تھیں۔

والد گرامی قدر جناب عبداللہ بن عبدالمطلب ہاشمی کی باندی ہونے کی وجہ سے حضرت اُمّ ایمن بر کہ نے پہلے الدین ماجدین کو قریب سے دیکھا اور جانا تھا اوران کے اکلوتے فرزند اکبر کو ان کی ولادت کے قبل سے پہچانا تھا، ولادت کے بعد سے تریسٹھ سال کی پختہ عمر تک رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی ان کی نظروں کے سامنے رہی تھی اور ہر وقت اور ہر آن اُن کی نگاہوں میں حیاتِ نبوی کی کتابِ زرّیں کا ورق ورق الٹتا اور جھلملاتا رہا تھا، کیونکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انّا، دایہ، کھلائی، ماما، خدمت گزار، خادمہ، گود کھلانے والی (حاضنة) تھیں، ہر وقت دیکھ بھال، پرورش و پرداخت، نگرانی وخدمت گزاری کا محبت بھرا فریضہ انجام دیتی تھیں، انھوں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن، لڑکپن، نوجوانی، جوانی، ادھیڑ عمری اور پیری کے تمام ادوار دیکھے تھے، مکہ مکرمہ کے ترپین سال ان کی محبت بھری نگاہوں کے سامنے گزرے تھے، ان میں چالیس سال کا عرصہ بعثت سے پہلے کا بھی شامل تھے اور تیرہ سال کا نبوت سے سرفرازی کے بعد کا، اس میں نا کتخدائی کا زمانہ بھی تھا اور ازدواجی دور کا بھی، مکہ مکرمہ کے بعد بقیہ دس سالہ زمانۂ نبوی بھی ان کے سامنے گزرا تھا اور حیاتِ مدنی کے ایک ایک باب سے وہ واقف تھیں، بندگی و باندگی اور غلامی کے بندھن سے اگرچہ وہ نجات پا گئی تھیں، تاہم وہ ولائے نبوی اور تعلق محمدی کے رشتے سے کبھی آزاد نہ ہوسکیں، شادی کے بعد ان کا اپنا گھر بار اور اپنی آل واولاد تھی، تاہم درِنبوی اور بیتِ محمدی سے

وہ کبھی الگ نہیں رہ سکیں، انھوں نے اپنے محبوب فرزند و رسول کو ہر آن و ہر رنگ میں بہت قریب سے اور انتہائی محبت وعقیدت سے دیکھا پرکھا تھا۔

یہ راویوں، سیرت نگاروں، اخباریوں کی بدنصیبی اور کوتاہی ہے کہ ایسی ہمہ گیر و ہمہ جہت و ہمہ داں شخصیت سے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے پل پل کی روایات حاصل نہیں کیں، بلکہ سرے سے استفادہ نہ کیا، کسی نے توفیق پائی ہوتی تو آج سیرت نبوی کے دفاتر بشکل روزنامچے جمع ہو گئے ہوتے اور ان کی بنیاد پر سیرت پوری کی پوری بلا کسی خلا و کوتاہی کے ہر دن اور ہر پل کی مرتب و مدون ہو کر عظیم ادب کا باعث بن جاتی، مگر تاریخ میں اگر مگر اور لیکن کی گنجائش نہیں، یہاں قضا و قدر کی طرح موجود و مبرم ہی حقیقت و واقعہ ہے، باقی گمان۔ بہر کیف ایک اور تاریخی واقعہ یہ بھی ہے کہ حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا کی اپنی سوانح پر بھی راویوں اور اہلِ سِیَر نے قرار واقعی توجہ نہیں دی، اوپر جو کچھ جمع کر کے پیش کیا گیا ہے، وہ تنکا تنکا اکٹھا کر کے آشیاں بنانے کے برابر ہے۔

ایک اور تاریخی حقیقت پوری بحث سے یہ ابھر کر سامنے آتی ہے کہ خلافتِ راشدہ کے اوّلین برسوں سے متعلق ان کی سوانح حیات کا ایک سانحہ، ایک واقعہ اور ایک جزئیہ بھی ابھی تک کتب تذکرہ میں نہیں مل سکا، حالانکہ حقیقت حال یہ ہے کہ حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، خلیفۂ سوم کے اوّلین دنوں تک زندہ رہیں اور ان کی خلافت راشدہ کے بیسویں دن ہی وہ اس دارِ فانی سے عالمِ جاودانی کو سدھاریں۔ اس پورے تیرہ سالہ عرصۂ کارگزاری میں ان کا صرف ایک تبصرہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت سے متعلق منقول ملا ہے، یہ باور نہیں کیا جا سکتا کہ خلافتِ صدیقی اور خلافت فاروقی کے بالترتیب ڈھائی سال اور ساڑھے دس سال کے عرصے کے دوران انھوں نے نہ کچھ دیکھا سنا ہو اور نہ کچھ کیا دھرا ہو، وہ ایک کارگزار خاتونِ عظمت و جاہ تھیں اور سب سے بڑھ کر وہ اہلِ بیت نبی کا بقیہ نقیہ تھیں اور اس حیثیت سے ان کا ایک منفرد مقام و مرتبہ عالی تھا، پھر حضرات شیخین، ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما اُن کے مقام قرب نبوی اور جاہِ عالی سے بخوبی واقف تھے اور اسی بنا پر اُن کی زیارت بلکہ زیارات کے لیے تا عمر آتے رہے تھے، اس لیے ان کا سوانحی خاکہ خاصا مالا مال تھا اور اسلامی تاریخ کے اس دور میں ان کا عطیہ بھی گراں قدر رہا تھا، لہٰذا یہ عرصۂ سوانحِ حیات ایک اور تحقیقی مقالے کا متقاضی ہے۔

سیرتِ نبوی پر راویوں و اخباریوں کی کوتاہ توجہی کے باوجود حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا کی سوانح کا ایک حصہ بہر حال محفوظ ہو گیا اور خالصتاً سیرت نبوی ہی کا عطیہ و فیضان ہے۔ ان کی زندگی کا رشتہ اگر حیات نبوی سے اتنا مضبوطی اور گہرائی سے جڑا نہ ہوتا تو دستیاب معلومات کا حصہ بھی تدوین کی کوتاہی کا شکار بن جاتا، جیسا کہ خلافتِ راشدہ سے وابستہ زمانۂ حیات کے سوانح و واقعات کا حشر المناک ہوا، بہر کیف جتنی سیرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا مل سکی ہے، وہ ان کی شخصیت و صفات کو نمایاں کرنے کے لیے کافی ہے، کم از کم عہدِ نبوی تک۔

برکہ حبشیہ رضی اللہ عنہا ان حبشی نژاد غلاموں اور باندیوں میں سے ایک تھیں جن کو بردہ فروشی ان کے وطن سے

اکھاڑ کر مکہ مکرمہ لے آئی، جہاں حبشی غلاموں کی خاصی بڑی تعداد اکابرِ قریش کے گھروں میں چاکری کرتی تھی، ان کی خوش قسمتی کہ وہ جناب عبداللہ بن عبدالمطلب ہاشمی کی باندی بنیں اور وہیں ان کو نبوی انّا بننے کی سعادت ملی، ابنِ عبدالبر اور ان کی پیروی میں ابن حجر عسقلانی نے حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا کا جو نسب نامہ بیان کیا، وہ ان کے مدنی وخزرجی ہونے کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ حبشہ میں ایسے نام ہوتے تھے اور نہ ایسے نسب نامے، بالخصوص عہد جاہلی کے ایام میں، ایک امکان یہ ہے کہ وہ بعض دوسرے عرب نژاد بچوں، بچیوں کی مانند بردہ فروشوں کے ہاتھ لگ گئی ہوں اور یثرب سے حبشہ میں لے جا کر فروخت کی گئی ہوں اور پھر وہاں سے مکہ مکرمہ ''حبشیہ'' بن کر واپس ہوئی ہوں اور وہ اسی طرح کی حبشیہ ہوں جس نوع کے حضرت صہیب نمری قاسطی صہیب رومی بن گئے تھے، لیکن یہ صرف قیاس ہے اور ان کی بنیاد کا مذکورہ بالا نسب نامہ ہے اور حضرت صہیب رومی جیسے عرب بچوں کی غلامی کی بنا پر جلاوطنی۔

جناب عبداللہ ہاشمی اور بی بی آمنہ کے گھر میں بسر ہونے والی زندگی کی روداد نہیں ملتی، البتہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش و پرداخت اور حضانت کے حوالے سے بعض واقعات کا ذکر ملتا ہے اور ان سے یہ واضح ہوتا ہے کہ وہ والدہ ماجدہ کی زندگی میں اوّل روز سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دیکھ بھال کرتی رہی تھیں اور تمام تر محبت والفت اور دلی جذبے کے ساتھ کرتی تھیں اور شفیق وکریم دادا جناب عبدالمطلب کی ہدایت کے بعد وہ جی جان سے اپنے فرائض انجام دینے لگی تھیں اور ماں کی وفات کے بعد انھوں نے تو ایک طرح سے ماں بن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پالا تھا اور یہ سلسلہ حضانت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن ولڑکپن کے زمانے کے علاوہ جوانی کی عمر تک چلا تھا، اسی بنا پر رسولِ اکرم ان کو اپنی ماں سمجھتے تھے اور زندگی بھر سمجھتے رہے اور اپنے خاندان کا فرد بھی سمجھا۔

روایات میں ذکر تو نہیں آتا لیکن یقینی ہے کہ حضرت اُمّ ایمن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں ان کی ماں کی حیثیت سے پچیس سال کی عمر شریف تک رہیں اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کر دیا، تاہم وہ عرب روایات کے مطابق مولی (ولا) کے رشتے سے آپ کے خاندان سے ہمیشہ وابستہ رہیں اور اپنی شادی تک بیتِ نبوی میں بھی رہیں، عبید بن عمر وخزرجی سے شادی کے بعد بھی وہ ایک فرد اہلِ بیت تھیں، قیام مکہ کے دوران ان کا رابطہ برابر قائم رہا اور مدینے کے مختصر قیام کے دوران بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق ٹوٹا نہیں تھا کہ آپ صلہ رحمی کے اعلیٰ ترین تعلق پر عامل تھے اور عرب روایت بھی یہی تھی، عبید خزرجی کی وفات کے بعد حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا کو اپنے گھر یعنی بیت نبوی واپس آنا پڑا اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سائے میں ان کی دوبارہ زندگی شروع ہوئی، یہی وجہ ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کے بعد ان کی دوسری شادی حضرت زید بن حارثہ کلبی سے بنفس نفیس فرمائی، یہ دونوں موالیِ نبوی اور افراد اہل بیت کی زندگی کی بھی وابستگی ثابت ہوئی۔

دوسرے افراد اہل بیت کی مانند حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا نے شروع ہی میں اسلام قبول کیا اور انھیں کی طرح

مکہ مکرمہ میں تمام مصائب برداشت کیے اور انھیں کی طرح مدینہ منورہ ہجرت کی، ان کی ہجرت حبشہ کی روایت اس نئی گواہی کی بنا پر بھی غلط ہے، مدینہ منورہ میں وہ اہلِ بیت کی طرح رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمیشہ وابستہ رہیں، اگر چہ وہ اپنے شوہر کے گھر میں اپنی اولاد کے ساتھ رہتی تھیں۔ انھوں نے غزوات میں حصہ لیا، اگر چہ واضح ذکر تو صرف اُحد اور خیبر کا ملتا ہے مگر قرائن کہتے ہیں کہ وہ سب غزوات میں نہ سہی تو بیشتر میں ضرور شریک رہی تھیں اور ان میں دوسری خواتین اہلِ بیت یعنی ازواجِ مطہرات کی مانند گراں قدر خدمات انجام دی تھیں۔ اس سے زیادہ ان کی خدمات رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے گھر والوں کے لیے وقف تھیں۔ ذکر تو صرف چند کا ملتا ہے مگر اصل حقیقت یہ تھی کہ وہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ بابرکات اور اہلِ بیت کے تمام معاملات و امور میں ایک بزرگ خاندان کی طرح شریک و دخیل تھیں، شاید ان کی محبت والفت کا سبب اُن کے شوہر حضرت زید اور ان کے فرزند حضرت اسامہ اور دوسرے فرزند حضرت ایمن محبوبانِ نبوی میں سرِ فہرست تھے، حقیقی ماں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھے سال کی عمر میں داغ دے گئیں مگر پرورش کرنے والی ماں نے زندگی بھر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سرِ اقدس پر اپنا محبت بھرا دو پٹا رحمتِ الٰہی کی مانند سایہ فگن رکھا تھا۔

﴿ حواشی ﴾

(۱) بلاذری: ج ۱، ص: ۵۵۔ (۲) بلاذری: ج ۱، ص: ۵٦۷۔ ابن حجر۔ الاصابہ نمبر ۱۱۴۵ بروایت مختلفہ۔ (۳) صحیح مسلم: کتاب الجہاد، باب فضائل اُمّ ایمن۔ مسعود احمد: ص ۸۵۸۔ (۴) ابن حجر۔ الاصابہ: ج ۴، ص: ۴۱٦۔ (۵) ابنِ ہشام: ج ۴، ص: ۹۲،۷۲: فہرست شہدائے حنین میں حضرت ایمن رضی اللہ عنہا کو قریش اور بنو ہاشم کا شہید قرار دیا گیا ہے۔ واقدی: ج ۳، ص ۹۰۰۔ صابرین کی فہرست میں ذکر حضرت ایمن: ج ۳، ص ۹۲۲: شہدائے فہرست میں ذکر ایمن ابن عبید/ابن ام ایمن: ج ۳، ص ۹۰۲۔ دفاعِ نبوی میں، کتاب المعارف: ص: ۱۴۴۔ (٦) صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، باب ذکر اسامہ بن زید۔ فتح الباری: ج ۷، ص: ۱۱۲، ۱۱۴۔ ابن سعد: ج ۸، ص ۲۲۵۔ (۷) بخاری، صحیح، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، باب مناقب زید بن حارثہ مولیٰ النبی وقال البراء عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انت اخونا و مولانا، مسلم صحیح، کتاب الفضائل، فضائل زید بن حارثہ اور مختلف ابواب بخاری و مسلم جیسے کتاب الحج وغیرہ، باب ذکر اسامہ بن زید۔ (۸) مسلم، صحیح، کتاب الفضائل، فضائل زید بن حارثہ اور مختلف ابواب جیسے کتاب الایمان، کتاب الحج۔ بلاذری: ج ۱، ص ۴٦۷۔ زید الحب: ج ۱، ص: ۴۷۳، ۴۷٦۔ اسامہ بن زید۔ استیعاب، الاصابہ، اسد الغابہ میں ان کے تراجم۔ (۹) ابنِ حزم اندلسی۔ جمہرۃ انساب العرب۔ قاہرہ ۱۹۴۸ء: ص ۴۲۸، ۴۲۹۔ حضرت اسامہ کو حب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہا گیا ہے۔ بخاری، صحیح، کتاب المغازی، باب بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم اسامۃ بن زید الخ: و ان کان لمن احب الناس اِلیَّ و ان ھذا لمن احب الناس الی بعدہ . (۱۰) ج ۷، ص ۱۱۳۔ (۱۱) اسد الغابہ: ج ۵، ص: ۵٦۸۔ (۱۲) الاصابہ: ج ۴، ص ۴۱٦، ۴۱۷۔ (۱۳) ج ۸، ص ۲۲٦۔ (۱۴) ج ۸، ص ۲۲٦۔ (۱۵) الاصابہ: ج ۴، ص ۴۱٦۔۔

دامادِ علی اور خاندانِ علی رضی اللہ عنہ

مولانا محمد یوسف شیخو پوری

گلشنِ اسلام کے بانی و باغبان نے جس سدابہار پودے کو خالقِ کائنات سے خود مانگ کر لیا تھا، جس نے اس گلشن میں محیّر العقول توسیع کر کے اس کو نمونہ بہشت بنایا، امن و آشتی میں رشکِ جنت بنایا، اسلامی سلطنت کو قوت و اہتمام میں ایک ناقابلِ تسخیر قلعہ بنایا، دنیا کی بڑی بڑی سلطنتوں، ایران و روم کی مادی قوتوں اور یہودیت و نصرانیت، مجوسیت و سبائیت، بت پرستوں اور ستارہ پرستوں کی فکری و عملی طاقتوں پر ایسی کاری ضربیں لگائیں کہ وہ مدتوں سر نہ اٹھا سکیں۔ جو اسلام کی مکمل تاریخ بھی ہے اور تاریخ ساز بھی، چنانچہ اس ہستی کو خسر نبی اور دامادِ علیؓ کہتے ہیں، انھیں فاتح عرب و عجم سیدنا عمر بن خطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد، معتمد و محبوب تھے، خاندان نبوت کے بھی معتمد و محبوب تھے، چند حقائق ملاحظہ کیجیے۔

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا اعتماد:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جیسے خلیفۂ راشد و بلافصل، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت بتعمیل برضاء وخوشی کی بالکل اسی طرح جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا آخری وقت قریب آیا تو آپ نے اسلام اور مسلمانوں کی خیر خواہی کے جذبہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں مسلمانوں کے سامنے ایک تحریر پیش فرمائی اور گھر کے دریچہ سے لوگوں سے فرمایا کہ خلافت کے معاملے میں مَیں نے اس میں ایک عہد کیا ہے ''کیا تم لوگ جس کا نام اس میں ہے اس پر راضی ہو''؟ لوگوں نے جواباً عرض کیا، خلیفہ رسول ہمیں بخوشی منظور ہے، جب یہ تحریر حضرت علی المرتضیٰ کے سامنے آئی تو آپ نے فرمایا: ''لا نَرضٰی اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ عُمَرَ ابنُ الخَطَّابِ ''یعنی میں عمرؓ کے سوا کسی اور شخص پر راضی نہیں۔ (الصواعق المحرقہ، اسد الغابہ) پھر جب اپنا دورِ خلافت آیا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی روشنی میں مسلمانوں نے ابوبکرؓ کی بیعت کی تو میں نے بھی کی، پھر ابوبکرؓ نے آخری وقت میں عمرؓ کی طرف اشارہ کیا تو میں نے بھی مسلمانوں کے ساتھ مل کر عمر بن خطاب سے بیعت کی اور ان کا شریک رہا، پھر انھوں نے آخری وقت چھ (۶) رکنی کمیٹی میں مجھے داخل کیا (کنز العمال۔ امالی) معلوم ہوا، جبر و ظلم، قہر و استبداد کی داستانیں خود ساختہ افسانے ہیں، حقیقت کچھ اور ہے۔

حضرت عمر خسر نبی اور دامادِ علی ہیں:

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالی ہے کہ: ''قیامت کے روز تمام رشتے، تعلقات ختم ہو جائیں

گے، سوائے میرے خاندان کے ساتھ رشتہ اور انتساب کے کہ یہ کام آئے گا''۔ اس سعادت کے حصول میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی لختِ جگر سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہ کا نکاح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا، پھر اپنا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی سیدہ اُمّ کلثوم بنت علیؓ سے کیا۔ یوں آپ رضی اللہ عنہ خسرِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دامادِ علی رضی اللہ عنہ ٹھہرے، چنانچہ اس رشتہ کو اہلِ سنت و روافض دونوں نے تسلیم کیا ہے اور اپنی معتبر کتابوں میں تحریر کیا: ''فقالَ عَلِیٌّ قَدْ اَنْکَحْتُکَھَا ای اُمّ کلثوم بنتِ عَلّیٍ و ابنته فاطمة ''

(کتاب السنن، المستدرک، کنزالعمال، الکافی، الاستیعاب)

فضائلِ عمر رضی اللہ عنہ بزبانِ علی رضی اللہ عنہ:

خلافتِ فاروقی میں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اولادِ علی سے محبت و تعلق خاص رکھا، کہ عہدہ قضاء و افتاء کے چیف جسٹس حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے۔ مسائل فقہیہ میں ان سے مشورہ کرتے، حضرت علی رضی اللہ عنہ مشیرِ خاص ہوتے۔ انتظامی و ملکی تدابیر و معاملات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ رفیقِ خاص ہوتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ انتظامی امور میں باہر جاتے، مدینہ میں اپنا قائم مقام حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بنا کر جاتے، اسی طرح خود حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنے داماد سیدنا فاروق اعظم سے بے مثال محبت تھی۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتے تو فرماتے تھے: ''وہ بابرکت آدمی تھے، اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چودہ نجباء (یعنی مخلص و اشرف لوگ) عطا کیے ہیں، ان میں ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) ہیں، عالمِ ارواح میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اِن دونوں کو مانگا تھا مگر یہ حضور علیہ السلام کو عطا کیے گئے، یہ تو وہ ہیں جن کو اللہ نے فاروق یعنی حق و باطل میں فرق کرنے والا بنایا ہے۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے، آپ نے فرمایا: ''اے اللہ عمر کے ذریعے اسلام کو عزت غلبہ عطاء فرما''، عمر میرے مخلص و مہربان اور خاص دوست تھے، دین کی خیر خواہی کرنے والے تھے، جیسے حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہا تھا کہ وہ قوی اور امین ہیں، ایسے اس اُمت کے قوی اور امین عمر ہیں۔ اَ شَارَ عَلِیٌّ بِیَدِہٖ اِلٰی عُمَرَ فَقَالَ ھٰذا الْقَوِیُّ الْاَمِیْنُ، ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) رشد و ہدایت کے امام تھے اور اُمت کو کامیاب کرنے والے تھے''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سیرت عمر رضی اللہ عنہ پر:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے معاملات میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا نقش قدم اپنایا تھا: '' کَانَ عَلِیٌّ یُشْبِهُ بِعُمَر فِی السِّیْرَۃِ ''

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ میں تشریف لائے تو محل میں رہنے سے انکار کر کے اس چھاؤنی میں پسند فرمایا جسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تعمیر کروایا تھا۔ جن کاموں کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جاری کیا تھا، فرمایا میں اس گرہ کو نہیں

کھولوں گا جسے عمر نے باندھا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کام اور کارکردگی اِن حضرات کے ہاں صحیح اور قابلِ عمل و لائق تقلید تھی۔ یہ ان کی شانِ اخوت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ حتیٰ کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد نماز جنازہ کا وقت آیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ صفوں سے آگے نکلے اور تمام مسلمانوں کے سامنے تین مرتبہ فرمایا: ''اللہ کی رحمت ہو عمر پر، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مخلوق میں سے میرے نزدیک کوئی آدمی بھی اس کفن پہنے ہوئے آدمی سے زیادہ محبوب نہیں، میں اس بات کا خواہش مند ہوں کے اللہ کے ہاں اس جیسا اعمال نامہ لے کر ملاقات کروں''۔ پھر دفن میں شریک ہوئے، قبر میں خود اتارا، جو ان کی حقیقی محبتوں کا درخشندہ باب ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حسنین رضی اللہ عنہما سے پیار:

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں بھی یہی رنگ نظر آتا ہے، جانبین سے قدر و منزلت کے شواہد ہیں۔ دونوں شہزادے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے گھر میں اپنی ہمشیرہ کو ملنے آیا جایا کرتے تھے، لمبی لمبی ملاقات و گفتگو ہوتی تھی۔ ایک دفعہ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما ملنے کے لیے آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے آئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی کام میں مصروف تھے تو واپس چلے گئے۔ علم ہو جانے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا اے حسین: '' اَنْتَ اَحَقُّ بِالاِذْنِ مِنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابنِ عُمَرَ '' عمر کے اپنے بیٹے کے لیے تو دروازہ بند ہو سکتا ہے، علی کے بیٹے حسین کے لیے عمر کا دروازہ بند نہیں ہو سکتا، جب دل چاہے آجایا کرو، ہمیں جو کچھ ملا ہے یہ سب تم لوگوں کی وجہ سے ہے۔

کبھی یمن سے شاہی پوشاکیں تیار کروا کر ان دونوں شہزادوں کی پہنچاتے ہیں، بدری صحابہ کے برابر (حالانکہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما بوقت بدر پیدا ہی نہ ہوئے تھے) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کی وجہ سے پانچ ہزار درہم وظیفہ مقرر فرمایا۔ اصول کافی کے مطابق عجمی بادشاہ شاہ یزجرد کی لڑکی شاہ جہاں جسے شہر بانو کہتے ہیں فاروقی خلافت میں ہونے والے جہاد کی مالِ غنیمت کے عطیہ میں سے سیدنا حسین رضی اللہ کی عطا کی گئیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیٹے محمد بن حنفیہ کا فرمان:

حضرت علی اللہ علیہ کی اولاد میں محمد بن حنفیہ بڑے اہلِ علم اور اہل فضل و کمال ہیں، بقول صاحب عمدۃ الطالب حسنین کریمین کے بعد اولادِ علیؓ میں سب سے برتر مقام انہی کا ہے۔ اَسّی سے زائد سندوں سے ان کا فرمان منقول ہے: ''اَیُّ النَّاسِ خَیْرٌ بَعْدَ النَّبِیِّ ﷺ ؟ قَالَ اَبُوبَکرٍ قال قلتُ ثُمَّ مَنْ ؟ قالَ عُمَرُ ......'' وہ اپنے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام لوگوں میں سب سے افضل کون ہے؟ فرمایا: ابوبکرؓ ہیں، پھر کون؟ تو فرمایا عمرؓ ہیں۔

حضرت زین العابدینؒ کا فرمان:

حضرت زین العابدینؒ (علیؒ بن حسینؓ بن علیؓ) سے ایک سائل نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قربت ومحبت کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا جونزدیکی اور قرب ان کی قبروں کو حاصل ہے، وہی قربت ونزدیکی انھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حالتِ حیات میں تھی، قبروں میں کوئی قبر حضور علیہ السلام کے اتنی قریب نہیں جتنی انکی ہیں، اس طرح انسانوں میں کوئی اتنا قریب نہیں جتنے یہ ہیں۔

شیخین کے حق میں سوءِ ظن اور معترض انداز سے بولنے والے (عراقیوں) سے کہا: ''میرے پاس سے اٹھ جاؤ، اللہ تم میں نہ برکت دیں، نہ تمھارے گھر رحمت ہو، تم اہلِ اسلام میں سے نہیں ہو''۔ (البدایہ۔حلیۃ الاولیاء)

حضرت محمد باقر کا فرمان:

حضرت سیدنا محمد باقر فرماتے: ''جو شخص ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی عظمت وشان سے ناواقف، وہ سنتِ نبوی ہی سے جاہل وناواقف، میں اِن دونوں (ابوبکر وعمر) سے محبت رکھتا ہوں، ان کے حق میں استغفار کرتا ہوں، جو شخص ان سے بیزاری کرتا ہے، میں اس سے بری ہوں، میرا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں''۔ (طبقات۔حلیۃ الاولیاء)

''اس ذات کی قسم جس نے تمام جہانوں کو ڈرانے والے اپنے بندے پر قرآن اتارا، ان دونوں (ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما) نے ہمارے (اہلِ بیت) کے حق میں ایک دانہ کے برابر بھی ظلم وزیادتی نہیں کی''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا گستاخ شفاعتِ نبوی سے محروم:

سیدنا جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین بن علی رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں: ''ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے جد اور نانا ہیں، بھلا کوئی شخص اپنے آباء واجداد کو گالی دے سکتا ہے؟ مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب نہ ہو اگر میں ابوبکر وعمر (رضی اللہ عنہما) سے دوستی ومحبت نہ رکھوں اور میں ان کے دشمن سے بیزاری اختیار نہ کروں''۔

'' لا نَالَتْنِیْ شَفَاعَةُ مُحَمَّدٍ اِنْ لَّمْ اَكُنْ اَتَوَلَّاهُمَا ......الخ'' (کتاب السنۃ لامام احمد)

چنانچہ امام جعفر صادق جب روضہ اقدس کی حاضری کے لیے آتے تو ان (شیخین) کی قبروں پر بھی حاضری دے کر سلام وتسلیم پیش کرتے تھے۔

یہ مثالیں شواہد وحقائق بتلا رہے ہیں، اگر کوئی تعصب کی عینک اتار کر دیکھے تو دامادِ علی رضی اللہ عنہ (سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ) اور خاندانِ علی رضی اللہ عنہ کے درمیان محبت ومودت کے ایسے آب زم زم کے چشمے بہہ رہے ہیں، جن کے کناروں پر اعتماد، اعتبار، خلوص ومحبت کے چمنستان آباد ہیں۔ مشہور مقولہ ہے کہ دوست کا دوست، دوست ہوتا ہے، اہلِ بیت سے محبت ودوستی کا تقاضہ ہے کہ ان کے حاملِ محبت ومودت حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے محبت ودوستی کی جائے۔



اسلامی تاریخ کا عظیم سپوت جواد ساباطی رحمہ اللہ

شاہ عالم گورکھپوری

اب سے تقریباً دو سو سال قبل ہندوستان میں انگریزوں اور عیسائی پادریوں نے عیسائی حکمرانوں کے تعاون سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بڑے پیمانے پر خفیہ سازشوں کا ایک جال بچھایا اور اپنی خفیہ تدبیروں میں کامیابی کے زعم میں انھیں یقین ہوگیا تھا اب مسلمانوں کو نصرانی بنانے میں کوئی دقت نہیں پیش آسکتی۔ ایسے وقت میں خدائے عزیز وحکیم نے اسلام اور مسلمانوں کی دستگیری کے لیے جن خوش بخت شخصیات کو کھڑا کیا تھا؛ ان میں سے ایک کا نام جواد ساباطیؒ ہے جن کی عیسائیوں کے خطرناک منصوبوں کو ناکام بنانے کے لیے تالیف کی گئی شاندار کتاب کا نام ''البراہین الساباطیہ'' ہے۔

جواد ساباطیؒ کی ولادت، بمقام ماریہ ۱۷۷۴ء میں ہوئی۔ جوادؒ کے والد محترم ابراہیم ساباطی، عثمانی سلطنت کے وزیر عبد اللہ پاشاترکی کی وزارت کے زمانے میں ماریہ شہر (قدیم زمانے کے اس شہر کا جدید نام تاہنوز دریافت نہیں میرے علم میں نہیں آیا) کے حاکم تھے لیکن جواد کی ولادت کے پانچ سال کے بعد وہ ایک معرکہ میں شہید ہوگئے۔ ابراہیم ساباطی کے ایک قدرداں مسلمان نے معمولی سا وظیفہ ابراہیم کے اہل خانہ یعنی جواد اوران کی والدہ کے لیے مقرر کیا تھا؛ اسی سے روٹی کا ٹکڑا اور بدن کا کپڑا میسر آتا تھا۔ جواد کی والدہ نے بڑی تنگی وعسرت کی زندگی بسر کر کے اپنے لخت جگر کی بھرپور اسلامی تربیت کی اور اس کو لائق وفائق اور ذی علم انسان بنایا۔ علم وفضل سے آراستہ جواد نے ابھی جوانی میں قدم رکھا ہی تھا کہ ۲۱ برس کی عمر میں والدہ ''شہربانو'' کا بھی سایۂ عاطفت سر سے اٹھ گیا جس کے بعد جواد نے سیر وسیاحت کو اپنا مشغلہ بنالیا۔ اُس زمانے میں سیر وسیاحت بھی حصول علم کا ایک معقول ذریعہ ہوا کرتا تھا۔ اسی دوران جواد نے ہندوستان کا بھی سفر کیا اور اس سفر میں اسلام کی ایسی بےلوث خدمت انجام دی کہ دنیا اس کی مثال پیش کرنے سے اب تک قاصر ہے۔

ہندوستان میں اسلامی تاریخ کا یہ وہ عظیم سپوت ہے جس نے تن تنہا، نہ صرف یہ کہ عیسائیت ونصرانیت کی کمر توڑ کر رکھ دی بلکہ مفسد اور مادیت پرست عیسائی حکومت اور حکمرانوں کے اسلام مخالف خفیہ منصوبہ بندیوں کو بھی خاک میں ملا دینے کی عجیب وغریب اور عبرت آموز تاریخ رقم کی ہے۔ خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را۔

محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمیؒ نے ماہنامہ معارف اعظم گڑھ جلد ۲۱ شمارہ نمبر ۴ را پریل ۱۹۲۸ء میں ''ہندوستان میں تیرہویں صدی ہجری میں عیسائی مشن کا ایک عرب حریف'' کے عنوان سے جواد ساباطیؒ کے تاریخی کارناموں کا نقشہ کھینچتے ہوئے جو کچھ رقم فرمایا ہے، اہل علم اور علماء کو چاہیے کہ اس کو بغور پڑھیں اور اس باب میں اپنے خلوص وعمل کا جائزہ لیں۔ اس مضمون کو جناب مولانا عتیق احمد قاسمی بستوی مدظلہ نے ''ازالۃ الشکوک'' کے تازہ ایڈیشن میں بھی شامل کیا ہے۔ اس طویل مضمون کا خلاصہ راقم سطور اپنے انداز میں ہدیۂ ناظرین کرتا ہے، اس امید میں کہ ممکن ہے کہ پھر

کوئی جواد ساباطی پیدا ہوا اور تاریخ ایک بار پھر اپنے آپ کو دہرائے۔ بلاشبہ اس بہادر فرزند اسلام نے جو خدمت انجام دی ہے وہ وقت کی سب سے بڑی خدمت تھی لیکن اس سے پہلے یہ بتا دینا مناسب ہوگا کہ وہ کون سے اسباب تھے جن کی بنا پر اس خاص خدمت کا انتخاب کیا گیا اور اس کی انجام دہی کا خیال جواد کے دل میں پیدا ہوا۔ جواد نے اس کو خود اپنے الفاظ میں ذکر کیا ہے۔

جوادؒ نے لکھا ہے کہ اپنے اسفارِ سیر و سیاحت میں مجھے نظر آیا کہ پادریوں نے مسلمانوں کو مرتد بنانے کے لیے جو رخنے مسلمانوں کے دین میں ڈالے اور مذہب پر جو رکیک حملے کیے ہیں، ان کا توڑ دریافت کرنے کی کسی کو فکر نہیں ہے۔ نجد، حرمین، جزیرہ، عجم، مصریمن وغیرہ ہر جگہ اہل اسلام اور علماء میں ایک جمود و تعطل ماحول ہے۔ میں اپنی سیاحت کے دوران ہندستان پہنچا، وہاں کثیر التعداد علماء کا بھی یہی حال پایا۔ کم لوگ ایسے ملے جو نقصان کی تلافی کرنے کی طرف متوجہ ہوں۔ اِدھر یہ حال ہے کہ ہندوستان کی عنان حکومت عیسائیوں کے ہاتھ میں ہے۔ مسیحی پرچارکوں نے حکومت کے تعاون سے بڑے وسیع پیمانے پر ایک جمعیت قائم کر رکھی ہے جس کا نام ''برٹش اینڈ فارنر بائیبل سوسائٹی'' ہے اس کی زیرِ نگرانی، عالم اسلام میں عموماً اور ہندوستان میں خصوصاً انصاف واعتدال کے سارے حدود توڑ کر مسیحیت کا پرچار بڑے زور وشور سے ہو رہا ہے، مالابار، مدراس، بنگالہ کے ایک لاکھ غیر مسلم حلقہ بگوش مسیحیت ہو چکے ہیں لیکن ان کے مذہبی رہنماؤں کو کوئی فکر نہیں۔ اسی طرح دس ہزار فرزندان اسلام بھی آغوش اسلام سے بچھڑ کر عیسائیت کے دام فریب میں جا چکے ہیں۔ ان حالات کے مطالعہ سے میرے دل میں اسلام کا درد پیدا ہوا، میں نے سوچا کہ اگر میں نے مسلمانوں کو اس حالت پر چھوڑ دیا تو معلوم نہیں کیسی بد سے بدتر حالت ہو جائے گی۔ (البراہین الساباطیہ ص ۳)

جواد کو یہ بات مناسب معلوم ہوئی کہ جس گھر کو آگ لگانی ہے اس میں اگر اسی کے چراغ سے آگ لگے تو بہتر۔ چنانچہ انھوں نے کسی بڑے انگریز کے ہاں ملازمت کر لی۔ جواد کی خدمت سے انگریز آفیسر کچھ اس طرح خوش ہوا کہ اس نے سفارش کر کے اسحاق پٹن نامی ایک مقام کے قاضی کا عہدہ ان کو دلوا دیا۔ جواد ساباطی کو اب کسی قدر معاش اور ماحول کا اطمینان حاصل ہو گیا تو کوشش کر کے انگریزی زبان سیکھنی شروع کر دی۔ پھر انھوں نے دوسرا قدم یہ اٹھایا کہ ملت اسلامیہ سے انحراف ظاہر کر کے ۱۲۱۵ھ مطابق ۱۸۰۱ء میں مدراس پہنچ گئے اور انجیل کا عربی ترجمہ کرنے کی خدمت اپنے ذمہ لے لی تاکہ عرب بھی انجیل مقدس سے فائدہ اٹھا سکیں۔ اس کام میں وہ دس سال تک لگے رہے اور ترجمہ انجیل کے بہانے سے مسیحیوں کے مکر و فریب کا پردہ چاک کرنے کی تیاری کرتے رہے۔ ان کی طرف سے جو اعتراضات والزامات گھڑے جاتے اُن کے بے تکے پن کی جانچ کے لیے عیسائی پادریوں سے بحث ومباحثہ کر کے حقیقت حال تک پہنچتے بھی رہے۔

اسی دوران ایک مسلمان کو اپنے کام میں معاون بنانا چاہا بلکہ اس شوق میں خود ہی اس کو سرکاری نوکری دلوائی لیکن وہ دین فروش نکلا اور اس نے مخبری کر دی اب جواد کو جان کا خطرہ محسوس ہونے لگا۔ اس خطرہ سے نمٹنے کے لیے بارہ سال کے بعد وطن واپسی کے لیے جہاز میں سوار ہو گئے لیکن رفیق سفر سے ناراضگی کے سبب درمیان میں ہی جہاز لنگر انداز

ہونے پر اتر کر کسی دوسرے جہاز کا انتظار کرنے لگے۔ایک رات یونہی پڑے پڑے اپنی روانگی سے متعلق سوچ رہے تھے کہ یکا یک کسی نے آواز دی؛ جواد سا باط! '' حاضر ہوا'' کہہ کر یہ اٹھے، دروازہ کھولا تو مبہوت رہ گئے کہ یہاں تو کوئی آدمی نہیں۔ دفعۃً پھر آواز آئی؛ جواد سا باط! وطن جانے کا خیال محال چھوڑ دو، جس کام کو شروع کیا ہے جب تک اس کی تکمیل نہ کرلو گے گھر پہنچنا ممکن نہیں'' آواز تو آتی لیکن بولنے والے کا نشان جب نہیں ملا تو جواد نے سمجھا کہ یہ صدائے غیب ہے۔ چنانچہ پھر بنگال واپس ہوئے اور سابقہ عمل سے جڑ کر اپنے کام کو بڑی جانفشانی سے پایہ تکمیل پہونچایا۔

چونکہ عیسائیوں کو پہلے ہی شک ہو چکا تھا، لہذا ان سے مدد لینا خارج از امکان تھا۔ دو تین مسلمانوں کے علاوہ کسی سے ایسا تعلق بھی نہیں تھا لہذا ایک محدود حلقۂ احباب کے سوا کوئی ساتھ دینے والا بھی نہ تھا، لیکن مواد جب تک شائع نہ ہو تو اس کا فائدہ ہی کیا؟، اس کے لیے انھوں نے یہ نظم کیا کہ اپنی تنخواہ سے ایک معقول رقم جمع کر کے خود ہی اپنا ایک ذاتی پریس قائم کیا اور گھر میں چھپ چھپ کر اس کتاب کو چھاپنا شروع کیا۔اس دوران بھی ان کو کئی آزمائشیں پیش آئیں، بعض نمک حراموں نے مخبری شروع کردی، بعض ملازموں نے ساتھ چھوڑ دیا مگر جواد؛ ہمت نہیں ہارے۔ سنگ سازی پلیٹ سازی سے لے کر کتاب کی جلد سازی تک خود ہی سارا کام کرتے اور متعلقہ تمام اخراجات اپنی جیب سے پوری کرتے رہے یہاں تک کہ ۱۸۱۲ء میں چھ سو نسخے کتاب کے تیار کر دیے اور ان تمام نسخوں کو یہ لکھ کر مفت تقسیم کرادیا کہ یہ کتاب خدا واسطے وقف ہے نہ بیچا جائے اور نہ اس کو مطالعہ کرنے والے اور نقل کرنے والے کو روکا جائے۔ تقسیم کتاب کی تفصیل کتاب میں اس طرح درج ہے۔۱۰۰ نسخے حرمین شریفین، نجد وحجاز میں۔۱۰۰ نسخے ایران وماوراء النہر میں۔۵۰ نسخے یمن میں۔۱۵۰ نسخے بصرہ بغداد دجلہ اور جزیرہ کے مقامات میں۔۵۰ نسخے استنبول میں ۱۰۰ نسخے ہندوستان میں۔

غور کرنے کی بات ہے کہ ماں باپ کا سر پر سایہ نہیں؛ غریب الوطنی میں جبکہ کوئی مددگار نہ ہو اور دشمنوں کے نرغے میں آدمی گھرا ہوا ہو، ان حالات میں خدمت دین کا ایسا صادق جذبہ بیدار ہونا، اڑھائی سو صفحات کی کتاب تیار کرنا، اس کی اشاعت کے لیے اس زمانے میں اپنی پوری آمدنی خرچ کردینا جب کہ طباعت کا کام نیا نیا تھا اشاعتی اخراجات بہت زیادہ تھے اور تن تنہا چھ سو نسخے تیار کرا کے مفت تقسیم کرانا...... بلکہ ضرورت کی جگہوں پر خود بھجوانے کا نظم کرنا اور اس طرح کہ دشمنوں کو بھنک بھی نہ لگے۔ اللہ اکبر! اس مرد مجاہد نے کتنی راتیں قربان کی ہوں گی؛ کرب والم کے کتنے دن کاٹے ہوں گے؛ جان ہتھیلی پر رکھ کر کن کن دقتوں اور پریشانیوں سے گذرنا پڑا ہوگا! ذرا کوئی صاحب دل ان حالات کا تصور تو کرے!!۔

کام مکمل ہونے کے بعد جوادؒ نے دشمنوں کے نرغے سے نکل جانا مناسب سمجھا اور ہندوستان چھوڑنے کا فیصلہ کرلیا۔ روانگی سے قبل '' البراهين الساباطيه فيما تستقيم به دعائم الملة المحمديه '' کا ایک نسخہ اور اس کے ساتھ ایک خط لکھ کر سب سے بڑے ہیڈ پادری مسٹر ٹامس کے نام روانہ کیا جس میں یہ لکھا کہ جب میں نے تم لوگوں کی مفسدانہ کاروائیوں کو دیکھا اور تمھارے وہ بے تکے اور بے جا اعتراضات بھی پڑھے جو تم لوگوں نے قرآن مجید پر کرر کھے ہیں اور تمھارے مذموم مقاصد خوب اچھی طرح معلوم کر لیے تو میں ہمہ تن تمھاری طرف متوجہ ہوا اور جب میرا کام پورا ہو گیا

تو میں تم سے علیحدہ ہو گیا۔ براہین کا ایک نسخہ روانہ کرتا ہوں میں نے اپنی عمر کا بڑا حصہ اس کی تصنیف و تہذیب میں اس امید میں خرچ کیا ہے کہ اگر بنظر انصاف اور تعصب کی پٹی اتار کر اس کا بغور مطالعہ کرو گے تو ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ اس کے ذریعہ آپ کو سیدھی راہ چلنے کی توفیق دے اور آپ کو بھی نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیوا بنائے۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

ہمارے قارئین کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ ۱۸۵۲ء میں حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی علیہ الرحمۃ نے اکبر آباد (آگرہ) میں پادری فنڈر (Founder) کو جو شکست فاش دی تھی اس میں بہت بڑی مدد حضرت مولانا کو اسی کتاب سے ملی تھی۔ جابجا حضرت مولانا نے اس کتاب کا حوالہ بھی دیا ہے۔

آمدم برسر مطلب! اس زمانے میں باطل طاقتوں نے جس طرح اسلام اور مسلمانوں کے دین وایمان پر یلغار مچا رکھا ہے؛ خدا کرے ایک بار پھر ہمارے درمیان کوئی جواد ساباطی پیدا ہو جائے یا کچھ ایسے مخلصین ہی پیدا ہو جائیں جو قوم کے نوجوانوں میں جواد ساباطی کی روح ہی پیدا کر سکیں۔ لیکن ایک سوال یہ بھی ہے کہ اس عظیم انسان کی زندگی بھر کی قربانیوں کا نچوڑ ''براہین ساباطیہ'' آج ہمارے درمیان کہاں ہے؟ ٹھیک ہے کہ جواد ایک انسان تھا؛ اپنی عمر پوری کر کے اپنے خدا کے حضور جا پہنچا، لیکن کتاب تو اس کے ساتھ جانے والی نہیں تھی؛ اس نے ہندوستان والوں کو اپنی امانت سونپی تھی اور اس کو خدائے حی لایموت کی غیبی تائید حاصل تھی آخر اس کے خون و پسینے سے تیار شدہ کتاب ''براہین ساباطیہ'' کہاں کھو گئی؟ اس کے نسخے ہندوستانیوں کے پاس ایک دو نہیں بلکہ پورے ایک سو تھے؛ آخر ان نسخوں کو ضائع کرنے کا ذمہ دار کون ہے؟ اور کس طرح وہ نسخے ضائع ہوئے؟۔ کیا لوگوں کو جواد کی ان قربانیوں کا علم نہیں تھا؟ یا زمانے کی ستم ظریفی کا شکار ہونے کے لیے ہی ہاتف غیبی نے اُسے صدا لگائی تھی؟۔ جواد کا خلوص اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اس کی قربانیاں رائیگاں ہونے والی نہیں اور نہ اس کی کتاب معدوم ہونے والی ہے لیکن جواد ساباطی کی قربانیوں کو بھلا دینے کا جو ظلم روا رکھا گیا ہے؛ مدتِ مدید کے بعد اب اس پر واویلا مچانے سے تو شاید کچھ بھی حاصل ہونے والا نہیں اور ہم اس بحث میں بھی نہیں اُلجھتے کہ قوم کے ذمہ داروں کو اپنی اپنی حیثیت کے اعتبار سے کل قیامت میں جوابدہ ہونا پڑے گا یا نہیں؟ ''ترکت الحساب لیوم الحساب'' لیکن ایک دوسرا سوال ذہن میں گردش ضرور کرتا رہے گا کہ کیا آج جواد ساباطی کی قربانیوں کا کوئی قدرداں بھی زندہ ہے؟ یا علم دوست احباب کی دنیا اس سوال پر بھی خاموش ہی رہے گی؟۔ دیدہ باید!

کسی انسان کی حقیقی موت وہ نہیں ہوتی جس کے سبب وہ لحد میں اتارا جاتا ہے بلکہ جس دن اس کی قربانیوں اور قابل فخر کارناموں کو بھلا دیا جاتا ہے وہ دن اس کی حقیقی موت کا ہوتا ہے اور اس کے ساتھ ہی بھلا دینے والی قوموں کا بھی شمار مردوں میں ہونے لگتا ہے۔ قوموں کی موت وزیست کا اگر یہ فلسفہ اپنے اندر صداقت رکھتا ہے تو ہمیں ایک بار جواد کے کارناموں کو زندگی وتابندگی دینے کے لیے میدان عمل میں آنا ہوگا تا کہ قومی اعتبار سے ہماری زندگی کا ثبوت ملے۔

میرا افسانہ

قسط:۴

چودھری افضل حق رحمۃ اللہ علیہ

ایک دن شام کے وقت میں تھانہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک سکھ اب شراب میں مست تھانہ میں آیا اور محرر سے جھگڑنے لگا۔ میں نے تھانہ سے باہر نکال دینے کے لیے کہا، چنانچہ وہ نکال دیا گیا۔ دوسرے روز ڈاکہ کی واردات کی اطلاع آئی، مجھے بتایا گیا کہ گزشتہ شام کے شرابی سکھ کا گاؤں ہے، جہاں واردات ڈکیتی ہوئی۔ میں نے فوراً سارا معاملہ سمجھ لیا کہ یہ شراب پی کر کیوں تھانہ میں آیا تھا، اس کا مقصد یہ تھا کہ شب واردات، اس کی تھانہ میں موجودگی ثابت ہو۔ میں نے کانسٹیبلوں سے کہا کہ اس کی تلاشی کرو، یہ شخص ضرور شاملِ واردات ہے اور ڈکیتی کا انتظام کر کے یہاں آیا تھا۔ معلوم ہوا کہ رات وہ ایک ہیڈ کانسٹیبل کے ہاں ہی شب باش رہا اور صبح کو اٹھ کر گاؤں چلا گیا ہے۔ ہم پر چہ دے کر کافی جمعیت لے کر گاؤں پہنچے۔ ہیڈ کانسٹیبل تفتیش ہمراہ تھا، اس نے جاتے ہی ڈنڈے برسانے شروع کیے، چوکیدار بھاگے آئے، وہ ان پر بھی ٹوٹ پڑا۔ نمبردار آئے، ان پر بھی برسا۔ گاؤں میں اطلاع ہوگئی کہ تھانیدار آ گیا۔ بچے ڈر سے بھاگنا شروع ہو گئے، شریف آدمی کھیتوں میں جا جا کر چھپ گئے۔

اب تفتیش شروع ہوئی، گاؤں بھر کے مشتبہ اشخاص کے کان پکڑوا دیے گے اور جوتا چلنا شروع ہوا۔ میں نے کہا: ''ہیڈ کانسٹیبل بابا اس طرح روئی دھنکنے سے پہلے مدعی کی بیوی سے تو دریافت کرلیں''۔ اس نے کہا: ''ابھی گاؤں پر رعب تو جمنے دیجیے، آخر تفتیش بھی ہو کر رہے گی''۔ اتنے میں ایک سکھ اپنے آوارہ لڑکے کی شکایت لے کر آیا اور التجا کی کہ میرے لڑکے کی بھی ذارا اصلاح کردی جائے۔ وہ راس دھاریوں کے پیچھے پھرتا ہے، چنانچہ باپ کی استدعا قبول کر کے بیٹے کے بل بھی جوتوں سے سیدھے کر دیے گئے۔

اب کوئی شریف بن بلائے سامنے نہ آتا تھا، کیونکہ خدا کا قہر پولیس کی صورت میں آ چکا تھا۔ اگرچہ دست درازی میں، مَیں نے بہت کم حصہ لیا، تاہم اس بے جا تشدد سے میری روح کانپ اٹھی، میں نے فیصلہ کرلیا کہ سراغ ملے نہ ملے میں تشدد کی اجازت نہ دوں گا۔ چنانچہ باقاعدہ تفتیش شروع کر دی گئی، کئی دن کی سر دردی کے باوجود سراغ نہ ملا، اتنی بات تو آتے ہی معلوم ہوگئی تھی کہ اس شرابی سکھ کا بھائی جو متعدد قتل کی ہولناک وارداتوں کے بعد مفرور ہو چکا تھا، اس ڈکیتی میں شامل تھا۔ واردات کی رات وہ مسلح گروہ لے کر جب گاؤں میں داخل ہوا تو اس نے اپنے خاندان کے تمام دشمنوں کو للکارا، سب نے دروازے بند کر لیے۔ وہ گاؤں کے گلی کوچوں میں یہ شبد پڑھتا پھرتا تھا:

بابا ویدروگیاں دا
آ گیا بابا ویدروگیاں دا

اور سب دشمنوں کا نام لے لے کر چیلنج کرتا تھا کہ جس جس کو روگ (یعنی کوئی مرض) دور کرانا ہو تو آ جایے، لیکن

حکیموں کے اس نرالے گروہ کے نزدیک تک کوئی نہ آیا۔ اب انھوں نے مدعی کے مکان کی طرف رخ کیا، جس سے اس مفرور کے خاندان کی پشتوں سے عداوت تھی اور حال میں شکررنجی زیادہ بڑھ گئی تھی۔ مدعی تو جان بچا کر بھاگ نکلا، مدعیہ اور شیر خوار بچے کو دہلیز پر لٹا کر چھوی سے دوٹکڑے کر دینے کی دھمکی دی، مدعیہ نے گھر کی چابیاں حوالہ کر کے کہا، سب کچھ لے جاؤ، مگر بچے کو اذیت نہ پہنچاؤ۔ ایک ان میں سے رقیق القلب تھا، اس کی مداخلت سے بچہ بچ گیا، مگر پانچ ہزار کا مال لے کر وہ ایک عورت کے گھر بزور داخل ہوئے، جس سے اس مفرور کی دیرینہ آشنائی تھی۔ دو گھنٹے وہاں رہے، دن نکلنے سے قبل وہ رفو چکر ہو گئے۔

مجھے بتایا گیا کہ مفرور قاتل اور ڈکیٹ جوانی میں ہی اپنا عضو کاٹ کر خاکسار ہو چکا ہے۔ میں نے اس کی آشنا کو بلا کر پوچھا، اس نے اس کی خاکساری کی تصدیق کی اور کہا کہ صرف چوم چاٹ کر ہی چلتا ہوا ہے، باقی دو آدمیوں کو میں نہیں پہچانتی۔

عجب خونخوار شخص تھا، مشہور تھا کہ اس نے بیسیوں کو قتل کیا، مگر لاش کو بے نشان کر دیتا تھا۔ ماں جس کی گود میں اس نے پرورش پائی تھی، عجیب تر تھی، اس کے دولڑ کے گاؤں کی لڑائیوں میں مارے جا چکے تھے۔ ہر لڑائی میں خود رہنمائی کرتی تھی اور لڑکوں کا دل بڑھاتی تھی، اگر کوئی لڑکا لڑائی میں پیٹھ دکھاتا تھا، تو وہ معاف نہ کرتی تھی۔ جوان لڑکوں کی موت پر بھی اسے کسی نے ماتم کرتے یا آنسو بہاتے نہیں دیکھا۔ کہتے ہیں کہ جہاں اسے اپنے لڑکوں کی لڑائی بھڑائی کی خبر ملتی تھی، وہ وہیں سے جائے وقوعہ کی طرف بھاگتی تھی۔ مفرور لڑکے کا آنا اس نے تسلیم کیا، مگر اور پتہ نشان کچھ نہ دیا۔ ایسی عورت سے کوئی کیسے پوچھے، کئی روز تفتیش کی، ہر طرف سے مایوس ہو کر دعا میں لگ گیا۔ اتفاق کہو یا قبولِ دعا کا اثر کہ اچانک ایک معزز شخص نے آ کر اطلاع دی کہ میں ابھی ریاست پٹیالہ کے ایک گاؤں سے آیا ہوں، وہاں مشہور تھا کہ ریاست کے چند حوصلہ مند نوجوانوں نے انگریزی علاقہ میں جا کر بے پناہ حملہ کیا اور ہزاروں کا مال مار کر لے آئے۔ میں سپرنٹنڈنٹ پولیس کو اطلاع دے کر ریاست کی طرف روانہ ہو، خدا کی حکمت، مال اور ملزم سب مل گئے۔ قاتل مفرور کی تلاش کی گئی، مفرور مذکور اس علاقہ میں سادھو کے بھیس میں رہتا تھا اور عضو کٹا سادھو مشہور تھا۔

سپاہی قریب قریب کے گاؤں میں بھیجے گئے، تلاش کرنے والی پارٹی میں سے ایک سپاہی شراب پینے ایک گاؤں میں داخل ہوا، شراب خانہ سے مست ہو کر نکلا، تو اس نے ایک سادھو کو ایک عورت کا بوسہ لیتے دیکھا اور پہچان لیا کہ مفرور سادھو کے بھیس میں اپنی عادت پوری کر رہا ہے۔ اس نے اس کو پکڑ کر شور کیا، حسنِ اتفاق کہ مفرور سادھو بھی شراب پئے ہوئے تھا۔ دونوں زمین پر لڑکھڑا کر گرے، سادھو کسوت میں چھری نکالنے کی کوشش کر ہی رہا تھا کہ اور لوگوں نے قابو پا لیا، غرض علاقہ لدھیانہ کا مشہور قاتل گرفتار ہو گیا۔

لوگ گرفتار کر کے سامنے لائے تو اس نے آتے ہی شراب کا سوال کیا، میں نے پیمانہ منگوایا، اس نے بوتل مانگی، میں نے یہ بھی خواہش پوری کر دی، تاکہ مست شراب ہو کر سب راز کہہ دے۔ مگر وہ بلانوش سب کچھ ڈکار کر ہل من مزید کا نعرہ بلند کرنے لگا۔ میں نے تنورِ شکم کے لیے کچھ اور ایندھن دیا، تاہم وہ ڈھب پر نہ آیا، تشدد کی دھمکی دی تو اس نے کہا کہ

پھانسی پر لٹکنا ہی ہے، تم اپنے ہاتھ سے ہی یہ کام سرانجام دے لو۔

یہ شخص فراری سے پہلے کی واردات میں ایک قتل اور تین پر قاتلانہ حملہ کر گیا تھا۔ مقتول کی لاش خود ہی اٹھا کر لے گیا، میں نے اسے لاش کا ہزار پتہ پوچھا، مگر اس نے اشارہ تک نہ کیا۔ میں نے اس عضو کٹے سادھو کے بھائی کو اصل فتنہ کا موجب سمجھا، اسے بھی گرفتار کرنے کا حکم دیا، ہیڈ کانسٹیبل متردد تھا، تاہم میں نے خود ہتھکڑی لگا دی۔ تب اس شریر کو سمجھ آئی اور اس نے پکار کر کہا کہ کس نئے قانون سے مجھے باندھ رہے ہیں؟ میں خاموش ہو گیا۔ اس نے اتنی بات سنی سمجھی ہوئی تھی کہ واردات کے روز اپنی حاضری اگر دوسرے مقام پر ہو تو آدمی محفوظ ہو جاتا ہے۔ میری دلیل یہ تھی کہ یہ شخص ڈکیتی کا انتظام کر کے تھانہ میں اپنی بریت کے لیے شب باش ہوا تھا۔ چنانچہ اسی بنا پر یہ شخص بھی دوسرے گروہ سے زیادہ سزا کا مستحق سمجھا گیا، اس سات سال کی سزا تجویز ہوئی، باقی قیدیوں کو پانچ پانچ سال کی، عضو کٹے سادھو کو مختلف جرائم میں ۲۳ سال کی قید ہوئی۔

عشق کا بھوت:

انھی دنوں میں نماز صبح سے فارغ ہو کر بیٹھا تھا کہ علی الصبح ایک مقامی گورنمنٹ سکول سے بوڑھا ٹیچر آیا۔ ان صاحب کو میں نے اکثر کورٹ انسپکٹر کے پاس دیکھا۔ ہمارے کورٹ انسپکٹر زندہ دل بوڑھے بزرگ تھے، ماسٹر مذکور آتے ہی میرے پاؤں پڑ گیا اور زار و قطار رونے لگا۔ قبل اس کے کہ میں کچھ پوچھوں، اس کی ہچکیاں بندھ گئیں، میں حیران تھا یہ کیا ماجرا ہے۔ تردد سے پوچھا کہ صاحب ماجرا کیا ہے؟ کہا کہ تمھارے بچانے سے بچ سکتا ہوں۔ میں سمجھا کہ شاید کوئی قتل کر آیا ہے۔ داستان غم عشق کا ماجرا نکلا۔ معلوم ہوا کہ کسی شعلہ رو آوارہ مزاج عورت سے راہ چلتے ماسٹر جی کا دل مل گیا اور راستے گلی میں ہی رضا مند ہو گئے۔ ماسٹر جی جوالا مکھی کو گھر لے آئے، گھر کی زمین جاگ اٹھی، صحن پر نور چھا گیا۔ اس بد وضع اور بخیل کے گھر میں پری آ گئی، اسے شیشے میں اتارنے کے لیے وہ ہن برسانے لگے۔ حسن، لباس اور زیورات سے نکھرتا ہے۔ قیمتی ساڑھیاں اور عمدہ زیورات مہیا کیے، سات روز میں ڈھائی ہزار خرچ اٹھا، وہ گھر والی بن کر بیٹھ گئی۔ یہ خوشی خوشی لڑکے پڑھانے مدرسہ چلے گئے، پیچھے وہ تین ہزار روپیہ نقد لے کر دروازے چوپٹ چھوڑ کر چلی گئی۔ ماسٹر جی آئے تو مسٹرس ندارد۔ بھاگے لپکے، اِدھر اُدھر گئے، آخر عورت کا سراغ پالیا۔ اس کے متعلق معلوم ہوا کہ اسی طرح وہ کئی ایک کو بدھو بنا چکی تھی، ماسٹر جی اس کا آخری شکار تھے۔

میں نے کہا اچھا پرچہ دلاتا ہوں۔ وہ پھر پاؤں پڑ گیا کہ عورت دلاؤ، کچھ کرامات کر دکھاؤ۔ میں ہنس پڑا اور کہا کہ میں کراماتی نہیں، وہ پھر پاؤں پکڑ کر زار زار رونے لگا اور کہنے لگا: خدا کے لیے مجھے وہ تعویذ دو، میں نے تعجب سے پوچھا کہ وہ کون سا تعویذ؟ اس نے کہا جو کورٹ انسپکٹر کو بتلایا تھا۔ میں نے حافظہ پر زور دیا تو یاد آیا کہ میاں بیوی کی لڑائی میں کچھ اناپ شناپ تحریر بہ طور تعویذ ایک شخص نے کسی کو دی تھی اور اتفاق سے وہ معاملہ بھی سلجھ گیا تھا۔ یہ واقعہ میں نے کورٹ انسپکٹر صاحب سے بھی ذکر کیا تھا۔

میں نے ہزار کہا کہ میں تعویذ کا قائل ہوں نہ دیتا ہوں، مگر وہ نہ مانا بلکہ اس سے زیادہ اصرار کرنے لگا، میں نے مجبوراً ایک تعویذ لکھ دیا، وہ دعائیں دیتا چلا گیا۔ اس تعویذ کے بھروسے پر سیدھا اس عورت کے گاؤں گیا، اتفاق کی بات کہ

وہ گھر میں تنہا تھی۔ عاشق نے ایک آبدار خنجر اس کے حضور پیش کر کے کہا: یا مجھے قتل کر یا جینے کی اُمید دلا۔ ماسٹر جی اس تعویذ کے بل بوتے پر یہ شاعری کر چکا تو عورت نے بلائیں لیں، خنجر لے کر صندوق میں رکھ لیا اور اچانک پلٹ کر ماسٹر کے گلے میں اسی کی پگڑی ڈال لی، چور چور کے شور سے محلّہ سر پر اٹھالیا۔ پگڑی گلے ڈالنے پر تو ماسٹر محبوب کا غمزہ سمجھا، جب عورت نے قیامت اٹھالی تو ماسٹر کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے، جو آیا اس نے ڈاڑھی کھینچی اور لٹھ برسایا۔ ماسٹر کو ایسا کوٹا چیتھا کہ محبت کا سبق بھول گیا، توبہ توبہ کرنے لگا۔ عشق کی راہ میں چوٹیں اتنی کھائیں کہ زمین پر لوٹنی کھا کر گر گیا، لوگ گڈے پر ڈال کر ماسٹر جی کو تھانے لے آئے، جب انھیں ہوش آیا تو اپنے آپ کو سب انسپکٹر تھانہ ساہیوال کے سامنے پایا۔ سب انسپکٹر بھی اتفاق سے اسے کورٹ انسپکٹر کے ہاں دیکھ چکا تھا، کیفیت پوچھی تو اس نے تنہائی میں بات کہی کہ چودھری افضل حق کا تعویذ لے کر آیا تھا، شاید تعویذ ذرا تیز ہوگیا، بات بنتے بگڑ گئی۔

جاہل پیر ایسے ہی گدھوں کی کمائی پر بسر اوقات کرتے ہیں۔ کم بخت اتنا پٹ کر بھی اسے تعویذ کی تیزی سمجھتا ہے۔ سارا معاملہ خراب ہونے بھی بات بنتے بنتے بگڑ گئی، کہتا ہے۔

اس زمانہ میں سب انسپکٹر خدا کا مظہر سمجھا جاتا تھا، اس نے تیور بدلے اور ماسٹر جی کو پکڑ لانے والوں کے لیے حکم دیا کہ ان کو گرفتار کر کے حوالات میں بند کر دو، یہ عورتوں کے رکھوالے ہیں۔ وہ اپنے خیال میں کارِ سرکار کر کے آئے تھے۔ نمازوں کی بخشش کے عوض روزے ان کے گلے پڑ گئے۔ عاجزی کرنے لگے۔

قتل:

انھی دنوں لودھیانہ کے ریلوے ورکشاپ میں مزدوروں نے ہڑتال کر دی، فکر دامن گیر ہوئی کہ کہیں کوئی سر پھرا ریلوے کو نقصان نہ پہنچا دے، اس لیے میں ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ گشت کو نکلا، پولیس ماتحتوں کی مختصر جمعیت میرے ہمراہ تھی۔ لوڈھیوال کے قریب ایک لاش پائی گئی، ہزار ٹکریں ماریں مگر اس کا کوئی وارث دستیاب نہ ہوا۔ لاش ڈاکٹری معائنہ کے لیے بھیج دی گئی، ڈاکٹری معائنہ سے معلوم ہوا کہ موت زہر خورانی سے ہوئی۔ واقعہ ابتداء سال تھا، ۳۰۲ کا پرچہ دینا پڑا۔ سال کے شروع میں سنگین واردات کا اندراج تھانہ کی کارگردگی کے لیے منحوس سمجھا جاتا ہے، بڑی بھاگ دوڑ کی، مگر کوئی سراغ نہ ملا کہ لاش کس کی تھی اور یہاں آئی کیسے؟

اپنا علاقہ چھوڑ ملحقہ تھانہ جات اور اضلاع میں بھی تحقیقات کے لیے ضروری سمجھا گیا۔ سب انسپکٹر انچارج متعدد ڈکیتیوں کی تفتیش پر لگے ہوئے کئی ماہ بعد تھانہ آئے اور تھانہ پھلور کے علاقہ میں روانہ ہوگئے۔ وہ گرانڈیل جوان تھے لیکن ذرا پیٹ بڑھا ہوا تھا۔ شام کے قریب ایک ٹم ٹم پر سوار ہو کر واپس لوٹے، انھیں مہاجن سمجھ کر ڈاکوؤں کا گروہ اچانک حملہ آور ہوا۔ سب انسپکٹر اسے محض شرابیوں کی خوش طبعی سمجھ کر انھیں دھمکانے لگے، ڈاکوؤں نے لاٹھیوں کا مینہ برسا کر کہا کہ دھر دو جو پاس ہے۔ سب انسپکٹر کو اب سمجھ آئی کہ معاملہ کیا ہے، بندوق اٹھا کر ڈرانا چاہا، ایک نے حوصلہ سے آگے بڑھ کر بندوق ہاتھ سے چھیننا چاہی۔ دونوں میں کش مکش جاری ہوئی، باقیوں نے لاٹھیوں سے حملہ کر دیا۔ ایک سپاہی اور ایک ہیڈ کانسٹیبل ہمراہ تھے، وہ تو گرم سرد دیکھ کر بھاگ نکلے۔ سب انسپکٹر مرد خدا خم ٹھونک کر کھڑا ہوگیا، ایک بندوق کی نالی کے سامنے آ کر سر پر

کاری ضرب لگانا چاہتا تھا کہ سب انسپکٹر نے بندوق چلادی۔ چھرے سینے کو چھلنی کر گئے، وہ لوٹنی کھا کر گرا، پھر گر کر سنبھلا اور جھاڑیوں میں غائب ہوگیا۔ اس کے باقی ساتھیوں نے بندوق لاٹھیوں سے ناکارہ کردی۔ سب انسپکٹر نے ان میں سے ایک کی لاٹھی چھین کر بہادرانہ مقابلہ کیا، جس کو اس کی ایک لاٹھی لگ گئی، وہی کاری ہوئی۔ اس سب انسپکٹر کے مقابلہ میں گبرو جوان تھے، مگر انسپکٹر بھی پنجاب پولیس میں فرد تھا۔ اس دیوہیکل کو دیکھ کر ڈاکوؤں نے یقین کرلیا کہ وہ کسی جن کے قابو میں آ گئے ہیں، اس لیے جان بچانا فرض خیال کر کے سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے۔ ہیڈ کانسٹیبل موقعہ مناسب دیکھ کر آ گئے، اتنے میں جھاڑیوں میں کسی کے کراہنے کی آواز سن کر ادھر متوجہ ہوئے، بندوق سے مجروح ڈاکو کو جاں بلب پایا، جوں توں کر کے اسے اٹھایا۔ وہ تھانہ پہنچنے سے پہلے اعمال کی جوابدہی کے لیے خدا کے حضور میں چلا گیا۔ متوفی کی جیب میں ایک اسٹیشن کا ٹکٹ تھا جو امرتسر اور ترنتارن کے درمیان واقع ہے۔ متوفی کے لباس اور جوتے سے بھی یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ لاہور منٹگمری کے درمیانی علاقہ کا باشندہ ہے، اگر چہ عملہ مقدمہ کی کامیابی سے مایوس تھا لیکن میں پُر امید تھا۔ میں نے اس طرف کے تمام تھانوں میں جا کر تحقیقات کی، کچھ تھانوں میں متوفی کا حلیہ اور لباس کے متعلق اشتہارات جاری کرآیا۔ چند روز کے بعد تھانہ قصور کا سب انسپکٹر ایک شخص کو ہمراہ لایا، لاش کئی دن زنانہ ہسپتال لودھیانہ میں محفوظ رہی۔ سب انسپکٹر کے ہمراہی نے کہا کہ یہ میرے بھائی کی لاش ہے، جس کے متعلق اس کے ساتھیوں نے بیان کیا تھا کہ کسی دیو نے اسے مار ڈالا ہے یا اڑا لے گیا ہے۔ لاہور پولیس سے مل کر تجویز یہ ہوئی کہ بیک وقت متوفی کے ہمراہیوں کو گرفتار کرلیا جائے، کیونکہ ان میں سے اکثر سابقہ سزایافتہ تھے۔ غرض کنسٹیبلوں کی بڑی جمعیت فراہم کی گئی۔ ۲۰ کانسٹیبل، ۴ ہیڈ کانسٹیبل اور دو سب انسپکٹر کا گروپ بنا کر سر شام دیہات کو روانہ ہوگئے۔ مجھے اور لاہور کے ضلع کے ایک اور سب انسپکٹر کو جو علاقہ کا بڑا واقف تھا، ایک سمت روانہ کردیا گیا، ہمیں ہدایت ہوئی تھی کہ جہاں تک ہو سکے ''بکھے'' نامی شخص کو گرفتار کرو۔ لیکن ملزم خطرناک ہے، ہر طرح ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے، اس سے بھی اہم کام جس پر ہمیں مامور کیا گیا، وہ یہ تھا کہ متوفی کے گھر کی تلاشی لے کر مشتبہ اشیاء کو فوراً قبضہ میں کرلیں اور صبح دس بجے سے قبل واپس قصور لوٹ آئیں۔

سب سے پہلے ہم نے بکھے کے گاؤں کا رخ کیا۔ کچھ رات گئے پر گاؤں میں داخل ہوئے۔ ایک وسیع صحن کے مکان میں داخل ہوئے، بہت سے آدمیوں کے پاؤں کی آہٹ سن کر ایک عورت اندر سے نکلی، چاند ابھرا، عورت کیا نکلی ماہتاب ماند پڑ گیا۔ لباس سادہ مگر ہزار رنگین۔ اس نے سب انسپکٹر کو پہچان کر ہمدم دیرینہ کی طرح خیر مقدم کیا۔ سب انسپکٹر بھی شمع پر پروانہ کی طرح گرا جا رہا تھا، مجھے ان کے راز و نیاز بے محل معلوم ہوئے۔ تفتیش میں عشق بازی کا وقت نہ تھا، لیکن علاقہ کا ناواقف ہونے کے باعث خاموش تماشائی بنا رہا۔ وہ صدقے قربان کہتی ہوئے اندر لے گئی، دیا جلایا، اندر گئے تو ہاں اور قندیل روشن تھی۔ ایک اور چندے آفتاب چندے ماہتاب نوجوان لڑکی سلک کا لباس پہنے ابھی خواب جوانی سے اچانک اٹھی تھی۔ اس کی آنکھوں میں نیند کا خمار تھا، جسے دیکھ دماغ میں نشہ اور طبیعت میں سرور پیدا ہوتا تھا۔ بکھے بدمعاش کی ماں اور بہن تھی۔ اس کی تو اپنی عقل گم تھی، اس نظارہ طور سے کم وبیش ہم سب متاثر تھے۔ ساتھی سب انسپکٹر ایک کو لے جا کر سرگوشیوں میں مصروف ہوگیا، عورت ہنس ہنس کر بجلیاں برساتی اور آنکھوں سے سرور کی بارش کرتی تھی۔ لڑکی پولیس کی آمد

سے مطلق ہراساں نہ تھی، بلکہ مسرت اس کے لبوں پر کھیلتی تھی اور وہ مسکرا کر باغ و بہار پیدا کر رہی تھی۔ کئی کانسٹیبل ماحول سے متاثر ہو کر مونچھوں پر بار بار ہاتھ پھیر رہے تھے۔ آخر وہ قتالہ عالم محشر بپا کرتی اٹھی، کوٹھڑی میں سے نیا بستر اٹھالائی۔ ایک پلنگ پر بچھا کر میرے بیٹھنے کے انتظار میں خود کھڑی رہی۔ ایک ہیڈ کانسٹیبل نے میرا بازو پکڑ پلنگ پر بٹھانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا کہ کسی کی منت مان لیں، اس پر وہ مسکرا دی۔ مجھ پر اوس پڑ گئی۔ ایسی آفت جان کا پہلی دفعہ سامنا ہوا تھا، میں گرم سرد چشیدہ نہ تھا۔ سب انسپکٹر کو تو ہر فن مولانا ہونا چاہیے تھے، لیکن میں مکتبِ عشق کا ابجد خواں بھی نہ تھا۔ اس لیے حجاب ماب دوشیزہ کی طرح گردن جھکا کر بیٹھ گیا۔ ایک ہیڈ کانسٹیبل زبر کو یوں زیر دیکھ کر بات کرنے کے بہانہ سے مجھے وہاں سے اٹھا کر باہر لے آیا اور کہنے لگا کہ بکھے کی ماں سوکھیتیاں کھا کر آئی ہوئی رام گئو ہے۔ جو اس سے دودھ چاہتا ہے وہ خون دے کر جاتا ہے، یہاں شب باش ہونا قرین دانش نہیں۔ دوسب انسپکٹر کے قتل کے الزام میں بری ہو چکی ہے، ایسا نہ ہو کہ کوئی تریا چلتر چل جائے۔ میں نے دوسرے سب انسپکٹر کو بلا کر سمجھایا کہ حسن کی ارزانی دیکھ کر قیمتی جان کو جوکھوں میں ڈالنا ٹھیک نہیں۔ اس نے پلٹ کر قتالہ اور آتش کی پرکالہ ماں بیٹی کو دیکھا، ان کی آنکھوں میں ان کے گھر شب باش ہونے کی التجا تھی۔ سب انسپکٹر نے ان کے سامنے ہتھیار ڈال دیے اور مجھے کہا کہ راز گزر رہی ہے۔ تفتیش کے لیے گاؤں گاؤں شب خون بھی خالی از خطرہ نہیں، بے وقت جمعیت کو ساتھ لے کر داخلے پر بعض اوقات دیہاتی ڈاکو سمجھ کر حملہ کر دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں جوانی میں کامرانی کی ایسی راتیں کب ملتی ہیں، یہاں آرام کے سب سامان مہیا ہیں۔ شمع میں انتخاب کا پہلا حق تمھارا ہے۔ اس کی بے باک گفتگو سن کر میں روایتی بزدل کی طرح بالکل بدحواس ہو گیا، اِدھر اُدھر دیکھ کر اطمینان کرنے لگا کہ کوئی سنتا تو نہیں، میری سراسیمگی سے وہ سمجھ گیا کہ نرا بابو ہے۔ ابھی ٹھیک تھانیدار نہیں بنا۔

نگاہ کو دعوت نظارہ دے کر چھپ جانے والے محبوب سے سابقہ نہ تھا بلکہ عزت کو بازاری جنس سمجھ کر فروخت کرنے والوں سے معاملہ تھا۔ میرا ساتھی سب انسپکٹر آبرو کی سوداگری میں مصروف ہو گیا، میں متوفی کی خانہ تلاشی کے لیے چلا آیا۔ معلوم نہیں حسن نے عشق کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ جب ہم دوبارہ ملے تو ہم تفتیش میں اتنے مصروف تھے کہ اس رات کی رنگین داستان سن نہ سکا۔

ہاں تو میں عشق و جمال کی اس بستی سے نکل کر متوفی کے گاؤں میں رات کے آدھے بجے پہنچا۔ سوئے پڑے لوگوں کو جگایا، نمبردار کو بلایا۔ رات کو متوفی کے گھر کی دربندی کی، نمبردار نے اتنی خاطر تواضع کی کہ مجھے اس کی خدمت خلوص پر مبنی معلوم نہ ہوئی۔ خانہ تلاشی سے کچھ نہ ملا، لیکن میں نمبردار کو باتوں میں لگا کر ساتھ لے آیا اور بڑی عزت سے پاس بٹھا کر کہا کہ تیری آؤ بھگت کا بدلہ دینا چاہتا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ مجرموں کا تمھیں علم ہے، میں تم سے بھی رعایت کر دوں اور تمھاری سفارش جس کے متعلق ہو گی اس کو گزند پہنچنے نہ دوں گا۔ بشرطیکہ تو بات صاف صاف بیان کر دے، یہ تیر خوب نشانہ پر لگا، اس کی حالت یہ ہو گئی کہ کچھ کہنا چاہتا ہے، مگر رکتا ہے، اس کا رنگ اور متغیر ہو گیا۔ پھر کہا کہ مجھے آدھ گھنٹے کی مہلت دو، میں تشفی دی اور مہلت منظور کی۔

بعض افسر، ماتحتوں کی کاوشوں کو اپنے اعمال نامہ میں درج کروانا چاہتے ہیں، کوئی جان جوکھوں اٹھائے، وہ

ڈائری میں اپنا کارنامہ بتاتے ہیں۔ ہمارا ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ انچارج تفتیش ایسا ہی بزرگ تھا۔ معلوم نہیں اسے الہام ہوا کہ وہ اچانک آموجود ہوا، مجھ پر رعب گانٹھا اور یہ کہتا ہوا نمبردار کو اٹھا کر لے گیا کہ نیا افسر خرانٹ ملزم کو کیا چلائے گا۔ شام تک نمبردار کے ساتھ ناکام مغزماری کی، لاچار ہوکر نمبردار کو پھر میرے حوالہ کیا۔ میں نے پھر دم دلاسا دے کر پوچھنا چاہا، مگر وہ ہر بات کو سبز باغ سمجھنے لگا اور باتوں کے طوطے بنا بنا کر اڑاتا رہا۔ میں نے بھی سمجھ لیا کہ شکار بدک گیا ہے، اس وقت دام میں نہ آئے گا، چنانچہ بات صبح پر اٹھا رکھی۔

سویر ہوئی تو اس نے میرے ہر سوال پر رات کے جواب دہرانے شروع کر دیے۔ میں نے مکار فقیر کی طرح جلال میں آکر کہا کہ جا بدنصیب! میں تیری کچھ خدمت کرنا چاہتا تھا، تمھاری قسمت ہی ایسی ہے۔ جب وہ کمرہ کے باہر جانے لگا تو میں نے بازار میں کھڑے ہوکر تمام دکھوں کی ایک ہی دوا بیچنے والے کی طرح آواز دے کر کہا کہ اب بھی لوٹ آ، ورنہ مجھے یاد کر کے روئے گا۔ میں نے دیکھا کہ جادو چل گیا، وہ پلٹا اور میرے پاؤں پڑ کر رونے لگا۔ میں نے پیر کی طرح تھپکی دے کر کہا کہ بس فکر نہ کر بیڑا پار کر دوں گا، اس نے ساری داستانِ جرم دہرائی، جس سے ہمیں مدد ملی۔ میں نے اس اطلاع کے باعث اس کے سالے کو جو ڈکیتیوں میں شامل تھا وعدہ معاف گواہ بنانے کی پرزور شفارش کی۔

اصرار تکرار:

اصرار و تکرار میں عجب کرامات ہے۔ نادہند سے نادہند سے بھی ڈوبی ہوئی رقم مل جاتی ہے، مکر جانے والا مان جاتا ہے۔ بات چھپانے والا بتا دیتا ہے، میں نے یہ نسخہ جرائم میں آزمایا، اسے ہمیشہ تیر بہدف پایا، چالاک سے چالاک ملزم کو علیحدہ بٹھا کر یہی سوال کرتا اور کرواتا رہا کہ بھی ٹھیک ٹھیک بتا دو۔ ہر سوال پر ملزم لاعلمی کا اظہار کرتا رہا۔ میں اور شدومد سے وہی سوال بار بار دہراتا رہا، خود تھک جاتا تو ہیڈ کانسٹیبل کو اسی سوال کو مختلف لفظوں میں دہرانے پر لگا دیتا۔ تا آنکہ دو گھنٹوں کے اندر اندر ملزم دماغی کوفت محسوس کرنے لگتا اور جھنجھلا کر انکار کرتا۔ یہ بحران کا وقت ہوتا ہے، اس موقعہ پر جلد جلد سوال مختلف طریقوں سے دہرانا چاہیے۔ بتا دو بھی۔ سچ سچ بتا دو۔ اچھا کچھ تو کہو۔ بھی ٹھیک ٹھیک بتاؤ۔ بس جلدی بتاؤ۔ جتنا جواب دینے میں جھنجھلائے گا، اتنا ہی راز جلد افشا کر دے گا۔

اس مقدمہ میں متعدد گرفتار شدہ میرے سپرد کیے گئے۔ اصرار کے اس آزمودہ گر سے تمام ملزم مجبور ہوکر رازِ دل بیان کرنے لگے۔ سب حیران تھے کہ میرے پاس کیا جادو ہے جو سر چڑھ کر بولتا ہے۔

ابھی تفتیش تشنہ تکمیل تھی کہ بڑے بھائی کی علالت نے ان کی عمر کا پیمانہ لبریز کر دیا۔ اُن کی موت سے میرے اثر پذیر دل پر قیامت ٹوٹ پڑی، یوں بھی قدرت سے اداس سی طبیعت لے کر آیا ہوں، اب اور بھی کھویا سا رہنے لگا۔ میں ہمیشہ سوچتا ہوں کہ جب موت سب کے لیے مقدر ہے تو دنیا لالچ اور خودغرضی میں کیوں ڈوبی ہوئی ہے، مجھے ایک بن باسی بھلا معلوم ہوتا ہے۔ گرہستی بلاوجہ دامِ بلا میں گرفتار دکھائی دیتا ہے، ہاں وہ شخص جو دنیاداری میں ایسی دین داری برتتے کہ ہر وقت اپنی ہستی کو اہلِ دنیا کے لیے فنا کرنے پر آمادہ ہو، دونوں پر فوقیت رکھتا ہے۔ دوسروں کو دکھ دے کر اپنا سکھ ڈھونڈنے والا بدترین مخلوق ہے، اگر عاقبت کا خیال نہ بھی ہو تو حیات چندروزہ خودغرضی کی زندگی کی متحمل نہیں، مجھے زندگی کا یہ اصول

پسند ہے کہ محنت کر کے کماؤ مگر بانٹ کر کھاؤ۔ سرمایہ داری کے نظام سے مجھے طبعی نفرت ہے، میں یہ خواہش کیوں کروں کہ زیادہ سے زیادہ آرام و آسائش مجھے نصیب ہو اور ہمسایہ میری وجہ سے مبتلائے مصیبت رہے۔ عزیزوں کی موت نے مجھے قانع کر دیا اور فلسفہ زندگی کو بہتر رنگ میں میرے سامنے پیش کیا۔ نسل اور سرمایہ کی بنا پر امتیازات کا میں انتھک دشمن ہوں، چندروز کے بعد خاک میں ملنے والا اپنے ہم جنس کے لیے کتنی مصیبت کا باعث بن جاتا ہے۔ حالانکہ اخوت اور مساوات کی بنا پر انسان کو حلیم اور شفیق ہونا چاہیے، ناپائدار اپنے ہم جنس کے خون سے اپنی پائداری کی تمنا کیوں کرے۔

انھی دنوں فاتح اتحادیوں نے مفتوح ترکی کو خوانِ یغما سمجھ کر آپس میں بانٹنا۔ شیر برطانیہ نے حسبِ معمول سب سے بڑا انجرا حاصل کیا، مسلمانوں کے قلب مجروح ہو گئے۔ عہد نامہ سیورے اسلام کی سیاسی موت پر مہر تصدیق تھی، ترک تڑپے۔ اُن کی تڑپ دیکھ کر انگریز کی غلامی پر قانع ہندوستان کا غریب مسلمان بھی تڑپا۔

استعفٰی اور استعفے کے بعد:

اگر چہ میں نالائق افسر نہ تھا، تاہم انگریزی ملازمت کی ایک ایک ساعت میرے لیے ناقابلِ برداشت تھی۔ استعفٰی دیا تو بوجھ ہلکا ہوا، میں ان دنوں لدھیانہ تھانہ صدر میں تعینات تھا، اسی جگہ میرا کامیاب لیکچر ہوا۔ جب ہاتھ لٹکاتا گھر پہنچا تو گاؤں کے لوگوں نے میری حرکت پر تعجب کیا، کچھ لوگوں نے میرے اچانک استغنا کو میری بے وقوفی پر محمول کیا۔ اس آگ کا علم نہ تھا جو مدت سے میرے سینے میں سلگتی تھی، میں ان کی سرگوشیوں سے بے پروا تھا۔ گاؤں کے لوگ مجھ سے ڈرتے تھے، مبادا وہ بھی کہیں میرے ساتھ ہی سرکار کے غصہ کا شکار نہ ہو جائیں، میں نے بدکے ہوئے جانور کی طرح انہیں آہستہ آہستہ رام کرنا شروع کیا۔ گڑھ شنکر میں پہلے حکام اور اہل دہ میں شدید بلوہ ہو چکا تھا۔ جس میں جانبین کو اندیشہ تھا کہ میری سرگرمیاں ایک دن پھر خون کی ہولی کا باعث ہو جائیں گی۔ مجھے کام کی مشکلات صاف نظر آتی تھیں، گورنمنٹ کے خلاف ایجی ٹیشن مسلمان پبلک کے لیے اچنبھا بات تھی۔ میں مشکلات کو آسان کرنے کا حل سوچ رہا تھا کہ ہوشیار پور سے لیکچر کی دعوت موصول ہوئی، مجھے خود ضرورت تھی کہ ہوشیار پور کے آزاد خیال لوگوں سے تعارف حاصل کروں، اس دعوت کو غنیمت سمجھ کر ہوشیار پور چلا گیا۔

ایک بیرسٹر کی صدارت میں تقریر کی چھتوں اور مکانوں پر بھی آدمی بیٹھے تھے، ایک شکستہ مکان کی چھوٹی اینٹیں نیچے گر گئیں۔ ایک آدمی کے لگیں، اس نے واویلا مچایا۔ حادثہ جلیانوالہ کے ڈرے ہوئے لوگوں نے سمجھا کہ شاید گولی آ لگی، ہر طرف سے شور اٹھا کہ مشین گن چل گئی، کوئی نہیں سوچتا کہ مشین گن آئی کہاں سے، عام بھاگڑ پڑ گئی۔ بھاگ دوڑ میں قیامت کا نقشہ سامنے آ گیا، صدر صاحب کو بھی یقین ہو گیا کہ فی الواقع ان کے گرد و پیش گولوں کی بارش ہو رہی ہے۔ گرمی کے دن تھے، وہ ململ کا کرتہ پہن کر آئے ہوئے تھے، مشین گن کی مدافعت میں اکناری ململ کا کرتہ سامنے کر دیا تاکہ سینہ چھلنی ہونے سے بچا رہے۔ یہ بیرسٹر کی دماغی کیفیت کا حال تھا۔ عوام کا کیا کہنا۔ دو آدمیوں نے گولیوں سے بچاؤ کے لیے اندھے کنویں میں کود کر بزعم خود جان بچائی، کئی ایک روندے گئے اور سخت زخمی ہوئے۔ ایک صاحب زمین پر پڑے ہوئے خدا رسول کا واسطہ دے کر فرماتے تھے: جانے والو! میرا منہ کعبے کی طرف کرتے جاؤ۔ ایک اور بیرسٹر صاحب ہلکی سی دھوتی

پہن کر آئے ہوئے تھے، بھاگ دوڑ میں کسی کا پاؤں دھوتی سے الجھ گیا، دھوتی وہیں رہ گئی۔ آپ عالم سراسیمگی میں پس و پیش سے برہنہ اپنے خیال میں جان بچائے بھاگے جا رہے تھے، کہیں وسط بازار میں احساس برہنگی ہوا، آگے پیچھے ہاتھ رکھ کر گھبرائے ہوئے ہرن کی طرح چوکڑیاں بھرتے ہوئے گھر میں داخل ہوئے۔ سینکڑوں بوٹ، جوتے، پگڑیاں، دھوتیاں وہیں رہ گئیں۔ حکام ضلع اور پولیس کو بڑی خوشی ہوئی، عوام ندامت سے مرے جاتے تھے۔

اس واقعہ کے بعد میں نے پورے جوش سے دیہات میں کام کرنا شروع کر دیا۔ میرے کام میں کوئی ہاتھ بٹانے والا نہ تھا۔ جلسہ عام کرنے کا خیال ہوا، مگر منادی کون کرے؟ ناچار خود ہی کنستر لے کر اپنی صدارت میں اپنی تقریر کا اعلان کرنا پڑا۔ میں خود ہی دریاں سر پر اٹھا کر لاتا اور خود ہی میز کرسیاں لگاتا۔ اب لوگوں کا انتظار کرنے لگا، میں نے دیکھا کہ اوّل تو بہت کم لوگ یہ تماشا دیکھنے آئے اور جو آئے وہ دری پر بیٹھنے کے بجائے آس پاس کی حویلیوں میں گھس کر پابند پردہ بیبیوں کی طرح دروازے کے دراڑوں سے دیکھنے لگے کیا کیا ہوتا ہے۔ سامعین میں سے کوئی سامنے نہ ہونے کے باوجود میں نے گورنمنٹ کے خلاف اناپ شناپ کہنا شروع کر دیا۔ جب کوئی داد دینے والا نہ ہو، کوئی کب تک گلا پھاڑتا رہے، جلد ہی میں اس سعی مشکور سے باز آیا اور دریاں سر پر اٹھا کر گھر لے گیا۔ میں اپنی ناکامی سے بڑا اجز بز ہوا۔ آخر میرے ایک دوست نے، جو اب حکومت کا ذمہ دار عہدہ دار ہے، مذاق میں سمجھایا کہ راجپوت تو تیرا رعب مانیں گے نہیں، بہتر ہے کہ پھر جلسہ کا اعلان کروا اور گاؤں کے جولاہوں پر رعب جما کر زبردستی جلسے کی رونق بڑھاؤ۔ لوگ ایک دفعہ لیکچر سن گئے تو جھجک خوف جاتا رہے گا، میں نے فوراً اس کارگر تدبیر پر عمل کیا اور کچھ کامیابی ہوئی۔ اب میں دس پانچ جولاہوں کو پکڑ کر دری پر بٹھاتا تھا اور ان کو لیکچر سناتا تھا۔

جاری ہے

اجتماعات احرار

دو روزہ احرار میڈیا ورکشاپ:

6,5 جنوری 2019 ہفتہ، اتوار ایوان احرار نیو مسلم ٹاؤن لاہور

ماہانہ درسِ قرآن:

6 جنوری 2019 اتوار بعد نماز مغرب، ایوان احرار نیو مسلم ٹاؤن لاہور

سالانہ شہداء ختم نبوت کانفرنس:

3 مارچ 2019 اتوار، بعد نماز مغرب، ایوانِ احرار نیو مسلم ٹاؤن لاہور

تیسرا سالانہ دوروزہ تربیتی اجتماع:

برائے ذمہ داران مجلس احرار اسلام حلقہ شمالی پنجاب، پاکستان 3,2 مارچ 2019 جمعرات، جمعہ ایوانِ احرار نیو مسلم ٹاؤن لاہور

جماعت احمدیہ.....تحریفات اور جعل سازیاں قسط:۲

تحریر: عکرمہ نجمی / ترجمہ: صبیح ہمدانی

اوپر مرزا صاحب کی جو تکفیری عبارت منقول ہوئی اور جس طرح جماعت احمدیہ نے اس کو تحریف اور جعل سازی کے ذریعے چھپانے کی کوشش کی اس کے ایک مزید ثبوت کے طور پر ''تذکرہ'' کے انگریزی ایڈیشن سے بھی شواہد دستیاب ہوئے۔ یعنی عربی تذکرہ کی صفحہ۶۶۲ کی عبارت ''**لقد كشف الله عليّ أن كلّ من بلغته دعوتي ولم يصدّقني فليس بمسلم، وهو مؤاخذ عند الله تعالى**'' یعنی اللہ نے مجھ پر کھول دیا ہے کہ جس شخص تک میری دعوت پہنچی اور اس نے میری تصدیق نہیں کی وہ مسلمان نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ماٴخوذ ہے۔ ''تذکرہ'' کے انگریزی ایڈیشن کو اس لنک سے ڈاؤن لوڈ کر کے دیکھا جا سکتا ہے کہ اس میں سے بھی تحریف کرتے ہوئے یہ عبارت حذف کر دی گئی ہے: https://www.alislam.org/library/books/Tadhkirah.pdf اس لنک سے کتاب کو ڈاؤن لوڈ کر کے دیکھا جا سکتا ہے کہ اس ''وحی'' سے پچھلی وحی بھی موجود ہے اور اس سے اگلی وحی کو بھی درج کیا گیا ہے مگر اس تکفیری عبارت کو سرے سے ہی حذف کر دیا گیا ہے!۔ کیا کوئی شخص اس تحریف وجعل سازی کی کوئی توجیہ پیش کر سکتا ہے؟

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جماعتِ احمدیہ مرزا صاحب کی وہ صورت دکھانا چاہتی ہے جو اصل نہیں ہے۔ (شاید مرزا صاحب کی اصل صورت غیر متاثر کن ہے۔ت) نیز یہ بھی ثابت ہو گیا کہ جماعت احمدیہ یا تو تحریف وتکفیر کی جماعت ہے یا پھر منافقت اور تحریف کی جماعت۔

جماعتِ احمدیہ اور وصیت کا نظام:

ان کے خلیفہ ثانی محمود بن مرزا کا کہنا ہے:

''مسیح موعود نے فرمایا: جو وصیت نہیں کرتا وہ منافق ہے'' (منہاج الطالبین، انوار العلوم، ج:۹، ص:۱۶۶)

جماعت میں وصیت کے نظام کا مطلب یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو اس نظام سے منسلک ہو گا وہ اپنی کل آمدن اور جمیع ملکیت کا دس فیصد جماعت کے حوالے کرنے کا پابند ہو جائے گا۔ بعض صورتوں میں یہ تناسب تیس فیصد تک جا پہنچتا ہے۔ (اگر وصیت میں شریک ہونے والے شخص کا گھر یا غیر منقولہ جائیداد بھی ہو تو اس کے ذمے ہوتا ہے کہ اس کا دسواں حصہ جماعت کے نام باقاعدہ رجسٹری کرائے، عام طور جماعت احمدیہ ترغیب اور تشویق دیتی ہے کہ وصیت کرنے والا شخص اپنی زندگی میں ہی غیر منقولہ جائیداد کی قیمت لگوا کر اس کا دسواں حصہ نقدی کی شکل میں جماعت کے حوالے کر دے، خواہ ماہانہ قسطوں میں خواہ یکمشت، اور اس معاملے کو وارثوں پر نہ چھوڑے، اس لیے کہ عام طور پر ورثا جماعت کی پرواہ نہیں کرتے اور قسطیں باقاعدگی سے ادا نہیں کرتے)

بہر حال ترجمہ کرنے والے.....منصف.....صاحب نے اس کا ترجمہ ایسے کیا: ''**من لا يشترك في نظام الوصية ففيه نفاق**'' (منهاج الطالبين: ص: ۲۵) یعنی ''جو شخص نظامِ وصیت میں شرکت نہیں کرتا اس میں نفاق پایا جاتا ہے''۔ قارئینِ گرامی! ''وہ منافق ہے'' اور ''اس میں نفاق پایا جاتا ہے'' ان دونوں باتوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

یہ تحریف کی ایک واضح مثال ہے، اس لیے جماعت کے شائع کردہ تراجموں کو دقت نظر سے ملاحظہ کر کے ایسی تحریفات کی نشاندہی کرنا ضروری ہے۔

ان کے خلیفۂ ثانی نے مزید کہا: ''انھوں نے (مرزا قادیانی نے) وصیت کی مقدار کو بھی متعین طور پر دس فیصد ٹھہرایا، اور یہ مقدار اس یومیہ صدقات و چندوں کے علاوہ ہے جو گاہے بگاہے دیے جاتے ہیں''۔ (منہاج الطالبین، ص: ۲۵)

مطلب ہوا کہ ہر وہ احمدی جو اپنی آمدنی کے دس فیصد سے زیادہ مقدار کو چندے کے طور پر نہیں دیتا وہ منافق ہے۔

اب احمدی دوستوں سے پوچھنا چاہیے کہ کیا ان کے چندے آمدنی کے دس فیصد سے زیادہ ہوتے ہیں یا نہیں؟

واضح رہے کہ یہ دس فیصد بچت میں سے یا ضرورت سے زائد مال میں سے نہیں نکالا جائے گا، نہ اس مال پر ایک سال گزرنا ضروری ہے، بلکہ مجموعی آمدن کا دس فیصد دینا مطلوب ہے۔ یعنی جس شخص کی تنخواہ مثلاً ایک ہزار ڈالر ہے اس کے ذمے میں ہے کہ دسواں حصہ سب سے پہلے نکال کر جماعتِ احمدیہ کے حوالے کرے۔ اس کے بعد گھر کا کرایہ، پانی بجلی کا بل اور بلدیہ کے ٹیکس وغیرہ کی باری آئے گی۔ یعنی پہلے وہ ایک سو ڈالر جماعت کو دے، باقی بچے نو سو ڈالر، ان میں سے اگر پانچ سو گھر کا کرایہ ہے تو وہ نکال کر باقی چار سو ڈالر اس کے ہیں۔ اس کو ہرگز یہ اجازت نہیں ہے کہ وہ اپنی ضروریات سے بچت کیے گئے مال کا دس فیصد چندہ میں دے، مثلاً قادیانی شریعت میں یہ ناجائز ہوگا کہ پہلے وہ پانچ سو ڈالر گھر کا کرایہ نکالے، پھر سو ڈالر یوٹیلٹی بلز میں ادا کرے اور باقی بچنے والے چار سو ڈالر کا دس فیصد جماعت کو بطور چندہ جمع کرائے، کیونکہ اس صورت میں جماعت کو صرف چالیس ڈالر ملیں گے۔ اور اس صورت حال کو بانی سلسلہ اور ان کے بعد ان کی جماعت بالکل برداشت نہیں کر سکتے۔ اب جو شخص ایسے نہیں کرتا وہ منافق ہے، اور جو اس گناہ اور اس منافقت پر خاموش رہتا ہے وہ جماعت کا خیر خواہ اور امانت دار نہیں ہو سکتا۔

شاید یہاں پر ذکر کرنا مناسب ہو کہ کبابیر (مصنف کے آبائی شہر۔ ت) کی جماعت کے ناظم مالیات نے ایک بار مجھ سے کہا کہ پورے کبابیر شہر میں وہ لوگ جو اپنی آمدن سے صحیح تناسب کے ساتھ چندہ ادا کرتے ہیں ان کی تعداد دس افراد سے زائد نہیں ہے۔ ان صاحب نے نام بنام ایسے کئی احمدی افراد کا ذکر کیا جن کی مالداری اور پرعیش طرزِ زندگی مشہور و معروف ہے اور بتایا کہ انھوں نے کبھی ۱۵۰ شیکل (اسرائیلی سکہ، تقریباً چالیس امریکی ڈالر کے برابر) سے زائد چندہ نہیں دیا۔ درانحالیکہ ان کے پاس جما جمایا کاروبار ہے، ان کے کئی مکانات ہیں جنھیں وہ مہنگے داموں کرائے پر چڑھاتے ہیں اور ان کے گھروں میں نئے ماڈل کی گاڑیوں کی قطاریں جھلملاتی ہیں۔ اسی طرح ان ناظم صاحب نے ایسے بھی کئی افراد کا ذکر کیا جو ایک سے زائد جگہ ملازمت کرتے ہیں یا ملازمت کے ساتھ ساتھ کاروبار بھی چلاتے ہیں اور وہ دونوں آمدنیوں میں سے کمتر آمدنی کے حساب سے جماعت کو چندہ دیتے ہیں۔ تاکہ ان کو کم چندہ دینا پڑے اور تاکہ جماعت کو ان کے دوسرے ذریعۂ آمدن کے بارے میں پتہ نہ چل سکے۔

یہاں پر برطانیہ میں مقیم احمدیوں کا حال بھی ملاحظہ کیجیے، برطانوی حکومت کم آمدنی والے اور بے روزگار افراد کو ان کے ذاتی اور عیال کے احوال کے مطابق ہر ماہ گزارہ الاؤنس دیتی ہے۔ جس کی حقیقت صدقہ اور چیرٹی ہی ہے تاکہ غریب اور بے وسیلہ لوگوں کی مدد ہو سکے اور وہ زندگی کی گاڑی کو دھکیل سکیں۔ اب جماعت احمدیہ کیا کرتی ہے؟ جماعت اپنے بے روزگار اراکین کو مجبور کرتی ہے کہ وہ اس گزارہ الاؤنس کے صدقے میں سے بھی دس فیصد جماعت کو لازمی طور پر ادا کریں۔ اگر کوئی احمدی شخص جماعت سے کوئی دستاویز لینا چاہے، مثلاً نکاح وغیرہ کے لیے، تو جماعت دست تعاون واپس کھینچ لیتی ہے یہاں تک کہ وہ اپنے ذمے تمام چندے ادا کر دے۔

جاری ہے

''اکھنڈ بھارت'' اور قادیانی

آغا شورش کاشمیری کی دو تحریروں سے اقتباس

اب قادیانی امت کی استعماری تیکنیک (Strategy) یہ ہے کہ وہ استعمار کے حسبِ منشا پاکستان کی ضرب تقسیم میں حصہ لے کر سکھوں کے ساتھ پنجاب کو علیحدہ قادیانی ریاست بنانا چاہتی ہے۔ اس غرض سے عالمی استعمار اس کی پشت پناہی کر رہا ہے، اور وہ اس کے لیے مختلف ملکوں میں جاسوسی کے فرائض انجام دے رہی ہے۔ اس کی جاسوسی کا جال وسیع ہو گیا ہے۔ اس غرض سے اس نے اسرائیل کے گردو پیش حجاز و اردن میں فضائیہ وغیرہ کی تربیت کے لیے نہ صرف قادیانی پائلٹ بھجوائے ہیں بلکہ ان ملکوں میں استعماری کاروبار جاری رکھنے کے لیے ہر سال ڈاکٹروں، انجینئروں اور نرسوں کی ایک بڑی کھیپ بھیجی جا رہی ہے۔ پاکستان میں کوشش کر کے اُن بڑے ہسپتالوں میں میڈیکل سپرنٹنڈنٹ قادیانی لگوائے جا رہے ہیں جہاں ہر سال لڑکیاں بھرتی کی جاتی ہیں، چنانچہ لاہور کے میو ہسپتال کا میڈیکل سپرنٹنڈنٹ جی این جنجوعہ قادیانی مقرر ہوا ہے۔ واضح رہے کہ میو ہسپتال لاہور پشاور سے لے کر حیدرآباد تک نرسوں کا سب سے بڑا تربیتی مرکز ہے۔ اس پس منظر میں جنجوعہ کے لیے پوری قادیانی مشینری نے زور دے کر یہ جگہ حاصل کی ہے۔

اُدھر یہ بات ڈھکی چھپی نہیں کہ مرزائی پاکستان بننے پر خوش نہ تھے اور نہ پاکستان بننے کے حق میں تھے۔ مرزا محمود نے پاکستان بننے سے تین ماہ پہلے خطبہ دیا تھا، ملاحظہ ہو: ''ہندوستان کی تقسیم پر اگر ہم رضامند ہوئے ہیں تو خوشی سے نہیں بلکہ مجبوری سے، اور پھر یہ کوشش کریں گے کہ کسی نہ کسی طرح پھر متحد ہو جائے۔'' (الفضل 16 مئی 1947ء)

5 اگست 1947ء کے الفضل میں خلیفہ ثانی کی ایک دوسری تقریر درج ہے، فرماتے ہیں کہ: ''بہر حال ہم چاہتے ہیں کہ اکھنڈ ہندوستان بنے اور ساری قومیں باہم شیر و شکر ہو کر رہیں۔''

مرزا صاحب نے قادیان میں رہنے کے بہتیرے جتن کیے۔ کوشش کی کہ پاپائے روم کے مقدس شہر ویٹی کن کا مقام قادیان کو مل جائے، لیکن جب کوئی بیل منڈھے نہ چڑھی تو ایک انگریز کرنل کی رپورٹ پر حواس باختہ ہو کر کیپٹن عطاء اللہ کی معیت میں بھاگ کر لاہور آ گئے۔ میجر جنرل نذیر احمد آپ کے ہم زلف تھے، ان کے ساتھ جیپ میں سوار ہو کر نکلنے کا پروگرام تھا، لیکن سکھوں کی مار دھاڑ کے خوف سے قبل از وقت نکل آئے اور چوری چھپے جان بچائی۔ یہاں پہنچ کر مرزا صاحب نے قادیان میں مراجعت کے رویاء اور خواب بیان کرنا شروع کیے اور پروگرام بنایا کہ:

۱...... تقسیم کی مخالف قوموں سے گٹھ جوڑ کر کے قادیان کسی نہ کسی طرح حاصل کیا جائے۔ ۲...... کشمیر کے کسی حصے پر اقتدار حاصل کیا جائے۔ ۳...... پاکستان کے کسی علاقے کو قادیانی صوبے میں تبدیل کیا جائے۔

بظاہر یہ تین مختلف اور شاید ایک نازک حد تک متخالف ''محاذ'' تھے لیکن اصلاً حصولِ اقتدار کا مربوط سلسلہ تھا جو مرزا محمود احمد کے نہاں خانۂ دماغ میں پرورش پا رہا تھا۔

جسٹس منیر نے 1953ء کے واقعات سے متعلق مسلمانوں سے مرزائیوں کی نزاع پر جو رپورٹ لکھی ہے اس

کے صفحہ 196 پر درج ہے کہ: ''1944ء سے لے کر 1947ء کے آغاز تک احمدیوں کی بعض تحریروں سے منکشف ہوتا ہے کہ وہ برطانیہ کا جانشین بننے کے خواب دیکھ رہے تھے، وہ نہ تو ایک ہندو دنیاوی حکومت یعنی ہندوستان کو اپنے لیے پسند کرتے تھے اور نہ پاکستان کو منتخب کر سکتے تھے۔'' (''عجمی اسرائیل'' آغا شورش کاشمیری)

قادیانیت کی عالمی استعماریت کا منصوبہ

ظفر اللہ خاں، ایم ایم احمد اور عبدالسلام تینوں ہی پاکستان سے باہر لندن کی جلوہ گاہ میں رہتے اور واشنگٹن کے اشارۂ ابرو پر رقص کرتے ہیں۔ قادیانی ہائی کمانڈ نے 1971ء کے انتخابات میں پاکستان کے اسلامی ذہن کو اسرائیل کے روپے کی طاقت پر سبوتاژ کیا، اور اس کے بعد سے ملک کے غیر اسلامی ذہن کی معرفت، پاکستان کی معاشی و عسکری زندگی پر قابض ہو رہے ہیں۔ یورپ کی نظریاتی و استعماری طاقتیں نہ تو اسلام کو بطور طاقت زندہ رکھنے کے حق میں ہیں اور نہ اس کی نشاۃ ثانیہ چاہتی ہیں۔ ہندوستان کی خوشنودی کے لیے پاکستان اُن کی بندر بانٹ کے منصوبے میں ہے۔ وہ اس کو بلقان اور عرب ریاستوں کی طرح چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں منقسم کرنا چاہتی ہیں۔ ان کے سامنے مغربی پاکستان کا بٹوارہ ہے۔ وہ پختونستان، بلوچستان، سندھودیش اور پنجاب کو الگ الگ ریاستیں بنانا چاہتی ہیں۔ ان کے ذہن میں بعض سیاسی روایتوں کے مطابق کراچی کا مستقبل سنگاپور اور ہانگ کانگ کی طرح ایک خودمختار ریاست کا ہے۔ خدانخواستہ اس طرح تقسیم ہوگئی تو پنجاب ایک محصور (Sandwitch) صوبہ ہوجائے گا۔ جس طرح مشرقی پاکستان کا غصہ مغربی پاکستان میں صرف پنجاب کے خلاف تھا، اسی طرح پختونستان، بلوچستان اور سندھودیش کو بھی پنجاب سے ناراضی ہوگی، پنجاب تنہا رہ جائے گا تو عالمی طاقتیں سکھوں کو بھڑکا کر مطالبہ کرا دیں گی کہ مغربی پنجاب ان کے گوروؤں کا مولد، مسکن اور مرگھٹ ہے، لہٰذا ان کا اس علاقے پر وہی حق ہے جو یہودیوں کا فلسطین (اسرائیل) پر تھا اور انہیں وطن مل گیا۔ عالمی طاقتوں کے اشارے پر سکھ حملہ آور ہوں گے۔ اس کا نام شاید پولیس ایکشن ہو۔ جانبین میں لڑائی ہوگی لیکن عالمی طاقتیں پلان کے مطابق مداخلت کر کے اس طرح لڑائی بند کرا دیں گی کہ پاکستانی پنجاب، بھارتی پنجاب سے پیوست ہو کر سکھ احمدی ریاست بن جائے گا، جس کا نقشہ اس طرح ہوگا کہ صوبے کا صدر سکھ ہوگا تو وزیر اعلیٰ قادیانی۔ اگر وزیر اعلیٰ سکھ ہوگا تو صدر قادیانی! اسی غرض سے استعماری طاقتیں قادیانی امت کی کھلم کھلا سرپرستی کر رہی ہیں۔ بعض مستند خبروں کے مطابق سر ظفر اللہ خاں لندن میں بھارتی نمائندوں سے پخت وپز کر چکے ہیں۔ قادیانی اس طرح اپنے نبی کا مدینہ (قادیان) حاصل کر پائیں گے جو ان کا شروع دن سے مطمح نظر ہے، اور سکھ اپنے بانی گرونانک کے مولد میں آجائیں گے۔ یہی دونوں کے اشتراک کا باعث ہوگا۔ قادیانی عالمی استعمار سے اپنی ریاست کا وعدہ لے چکے ہیں، اور اس کے عوض عالمی استعمار کے گماشتے کی حیثیت سے اسرائیل کی جڑیں مضبوط کرنے کے لیے وہ مسلمانوں کی صف میں رہ کر عرب ریاستوں کی بیخ کنی اور مخبری کے لیے افریقہ کی بعض ریاستوں میں مشن رچا کے بیٹھے ہیں۔ اور حیفا (اسرائیل) میں حکومتِ یہود کے مشیر برائے اسلامی ممالک ہیں۔ وہ پاکستان میں حکمران جماعت کے ہاتھوں سرحد و بلوچستان کی نمائندہ جماعت کو پٹوا کر پنجاب و سندھ میں اسلامی ذہن کے قتلِ عمد سے موعودہ استعماری صوبے کی آبیاری کر رہے ہیں۔ اور اس وقت طاقتوں کی معرفت اسرائیل اور ہندوستان کے آلۂ کار ہیں، اور یہ ہے ان کا سیاسی چہرہ، جس سے ان کا داخلی وجود ظاہر ہوتا ہے۔

(آغا شورش کاشمیریؒ مرحوم کی ایک تاریخی تحریر)

قادیانیوں کا مرکز انسدادِ تجاوزات مہم سے محفوظ

مرزا عبدالقدوس

پورے ملک میں کسی جگہ سپریم کورٹ کے حکم پر اور کہیں انتظامیہ نے عوامی مفاد میں اپنے طور پر تجاوزات کے خلاف آپریشن شروع کر رکھے ہیں۔ لیکن قادیانیوں کا مرکز چناب نگر (پرانا نام ربوہ) انسدادِ تجاوزات مہم سے محفوظ ہے۔ وہاں کی مقامی جماعتوں کے بار بار توجہ دلانے کے باوجود قادیانیوں کی غیر قانونی عمارتوں کیخلاف کارروائی کیلئے چنیوٹ کی ضلعی انتظامیہ یا صوبائی انتظامیہ تیار نہیں ہے۔ چند ہفتے قبل اس سلسلے میں مجلس احرار اسلام پاکستان کی مقامی شاخ نے چناب نگر میں آل پارٹیز کانفرنس بھی بلائی، جس کا مقصد گزشتہ دہائیوں میں قادیانیوں کی جانب سے تعمیر کی گئی غیر قانونی عمارات پر مشترکہ موقف اپنا کر سرکاری حکام کو اس طرف توجہ دلانا تھا۔ اس آل پارٹیز کانفرنس میں ایک کمیٹی بنائی گئی، جس کے ارکان نے ڈپٹی کمشنر چنیوٹ اور دیگر اعلیٰ حکام سے ملاقات کر کے انہیں تجاوزات کی نشاندہی بھی کی۔ مذکورہ حکام نے کارروائی کا وعدہ کیا تھا۔ لیکن اب تک عملدرآمد نہیں ہوا ہے۔

تجاوزات کے حوالے سے مقامی ذرائع نے ''امت'' کو بتایا کہ چناب نگر میں قادیانیوں کی ہر عمارت تجاوزات کے زمرے میں آتی ہے۔ خاص طور پر اقصیٰ چوک میں ان کے بیت الذکر کی عمارت، جو کئی کنال اراضی پر مشتمل ہے۔ اس کی تعمیر میں بھی سرکاری اور عوامی زمین شامل کی گئی ہے۔ اسی عمارت سے متصل دیگر دو بڑی اور اہم عمارتیں ایوان محمود اور بیت الہادی بھی اصل ملکیت سے زائد اراضی پر تعمیر کی گئی ہیں۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ بعض مقامی افراد کی بارہا کوششوں کے باوجود محکمہ مال اور انتظامی افسران ان عمارتوں کا منظور شدہ نقشہ اور اصل زمین کا رقبہ بتانے سے انکار کر دیتے ہیں، جس سے اس شہر میں قادیانیوں کے اثر و رسوخ اور سرکاری محکموں پر ان کے کنٹرول کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ذرائع کے بقول چناب نگر میں پاکستان ریلوے کی کئی کنال اراضی اور پنجاب ہائی وے کی زمین پر بھی قادیانی قابض ہیں۔ کسی جگہ دکانیں بنا رکھی ہیں اور بعض مقامات پر خاردار تاریں لگا کر صرف قادیانی خاندانوں کیلئے از خود پارک بنالئے ہیں۔ مقامی ذرائع کے مطابق قادیانیوں نے خود کو اقلیت قرار دیئے جانے سے پہلے بھی چناب نگر میں کئی کنال اراضی پر ناجائز قبضہ کیا اور یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ جب تک زندہ رہے، انہوں نے اپنی توانا اور موثر آواز کے ذریعے ان کے راستے میں کافی مشکلات پیدا کیں۔ لیکن اب قادیانیوں نے مین روڈ پر نیا پل بننے کے بعد پرانے پل اور اس سے آگے سڑک پر بھی قبضہ کرلیا ہے۔ اسی طرح ریلوے پھاٹک کے اطراف بھی قادیانی قابض ہیں۔

مجلس احرار اسلام کے مقامی رہنما مولانا مغیرہ نے ''امت'' کو بتایا کہ: ''ہماری اے پی سی کا مقصد پورے صوبے میں تجاوزات کیخلاف جاری آپریشن کے دوران چناب نگر میں موجود تجاوزات کی طرف متعلقہ افسران اور حکومت کی توجہ دلانا تھا، جس میں ہم کسی حد تک کامیاب رہے ہیں۔ لیکن ان تجاوزات کے خاتمے کیلئے ابھی کوئی کارروائی نہیں کی

گئی ہے''۔ ذرائع کے مطابق اے پی سی کے بعد مقامی علما اور معتبر شخصیات پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی گئی، جسے ڈپٹی کمشنر چنیوٹ سے ملاقات کرنے اور ان کو تجاوزات کی جانب متوجہ کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی۔ اس کمیٹی کے ارکان نے ڈپٹی کمشنر سے ملاقات کی اور انہوں نے تجاوزات کے خلاف آپریشن کرنے کا وعدہ کیا۔ لیکن بعد میں ان کا تبادلہ ہو گیا اور تاحال یہ معاملہ جوں کا توں ہے۔

مجلس احرار اسلام پاکستان کے سیکریٹری جنرل اور متحدہ ختم نبوت رابطہ کمیٹی کے کنوینر عبداللطیف خالد چیمہ کے مطابق قادیانی لابی اتنی بااثر اور بارسوخ ہے کہ وہ اپنے خلاف کسی بھی آپریشن کو رکوانے میں کامیاب ہو جاتی ہے۔ ''امت'' سے گفتگو کرتے ہوئے عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا کہ وہ گزشتہ کئی دہائیوں سے تواتر کے ساتھ چناب نگر جا رہے ہیں۔ اپنے مقامی احباب کی نشاندہی کے علاوہ از خود بھی اندازہ کر سکتے ہیں کہ قادیانیوں نے گزشتہ دو تین دہائیوں میں کہاں کہاں تجاوزات قائم کی ہیں اور اپنی کن عمارتوں کو آگے بڑھایا ہے۔ ریلوے پھاٹک اور پرانے پل جیسی کئی جگہوں پر قبضہ کیا ہے۔ لیکن مقامی افراد اور تنظیموں کی جانب سے توجہ دلانے کے باوجود ضلعی انتظامیہ ٹس سے مس نہیں ہو رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ قادیانیوں نے نہ صرف سرکاری اراضی پر تجاوزات قائم کر رکھی ہیں بلکہ بعض کمزور مسلمانوں کی زمینیں بھی ماضی میں اونے پونے داموں خرید کر اپنی ''سلطنت'' میں اضافہ کیا ہے۔ ماضی میں بھی متعدد مرتبہ حکومت اور انتظامیہ کی اس جانب توجہ دلائی گئی کہ قادیانیوں کو اس شہر اور علاقے میں خصوصی حیثیت دینے کا سلسلہ بند کیا جائے۔ لیکن انتظامیہ نے اس مطالبے پر کوئی توجہ نہیں دی۔ عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا کہ چناب نگر میں ہونے والی اے پی سی نے متعلقہ ڈپٹی کمشنر سے تجاوزات گرانے کا جو مطالبہ کیا ہے، اس پر بلا امتیاز عمل کیا جائے۔ اگر اس مطالبے کو پورا نہ کیا گیا تو یہ قادیانیوں سے ہمدردی اور ہمارے اس موقف کی تائید ہو گی کہ حکومت اور سرکاری افسران قادیانیوں کی سرپرستی کرتے ہیں۔ اس لئے تاثر کی نفی کرتے ہوئے چناب نگر میں بلا امتیاز فوری آپریشن کیا جائے اور اگر قادیانیوں کا مرکزی دفتر و عبادت خانہ بیت الذکر بھی اس کی زد میں آئے تو اس کو مسمار کیا جائے، ورنہ تجاوزات کیخلاف آپریشن میں متاثر ہونے والوں میں مایوسی بڑھے گی۔

(مطبوعہ روزنامہ ''امت''، کراچی۔ 12 دسمبر 2018ء)

موبائل: 0302-8630028
فون: 061-4552446



سلیم اینڈ کمپنی

ہمارے ہاں ہمہ قسم الیکٹرونکس، اے سی، فریزر، ایل سی ڈی، ایل ای ڈی وغیرہ

خاص طور سے دفتری اور تعلیمی فرنیچر، گیس اور کچن کے آلات وغیرہ بازار سے بارعایت خریدیں

بہار چوک، معصوم شاہ روڈ، ملتان

E-mail: wajidali980@hotmail.com
saleemco1@gmail.com

اخبارُالاحرار

موجودہ حکومت کے قادیانیت نوازی پرمبنی اقدامات تشویش ناک ہیں

لاہور (یکم دسمبر) مجلس احرار اسلام لاہور کے عہدیداروں حاجی محمد لطیف، چودھری افتخار احمد بھٹہ، قاری محمد قاسم بلوچ، ڈاکٹر شاہد محمود کاشمیری، رانا محمد اکمل اور ڈاکٹر ضیاء الحق قمر نے اپنے ایک مشترکہ بیان میں عمران نیازی کے دوست نوجوت سنگھ سدھو کی منکرین ختم نبوت قادیانی فتنہ کی مدحہ سرائی پر احتجاج کرتے ہوئے اسے پاکستان و ہندوستان کے کروڑوں مسلمانوں کی دل آزاری قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ کرتار پور باڈر کھولنا درحقیقت سکھوں کو نہیں قادیانیت کو فائدہ پہنچانا ہے کیونکہ بھارتی شہر قادیان اس کرتار پور بارڈر سے 45 کلومیٹر پر واقع ہے جبکہ قادیانیوں کی اسلام و پاکستان دشمنی اور بھارتی خفیہ ایجنسی ''را'' سے مل کر پاکستان میں دہشت گردی کی وارداتیں کرانا کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں موجودہ پی ٹی آئی کی حکومت کے قادیانی نواز اقدامات دن بدن بڑھتے جارہے ہیں۔ نوجوت سنگھ سدھو کی حالیہ دنوں میں قادیانیوں کے اہم پروگرام میں شرکت اور قادیانیوں کی حمایت میں بیان اور قادیانیوں کے حامیوں سے حکومت کی دوستی اور قادیانیوں کو فائدہ پہنچانے کے کرتار پور بارڈر کھولنے کے سارے عمل انتہائی مشکوک اور ملک وقوم کیخلاف کسی سازشی منصوبے کا حصہ لگتے ہیں جس کی وجہ سے کروڑوں اسلامیان پاکستان میں بے چینی اور اضطراب بڑھ رہا ہے۔

بھارت قادیانیوں کو ویزا دیتا ہے لیکن دیگر پاکستانیوں کے لیے پالیسی مختلف ہے، بھارت کا دوہرا معیار غلط ہے

لاہور (3 دسمبر) مجلس احرار اسلام پاکستان کے نائب صدر سید محمد کفیل بخاری نے ایوان احرار نیو مسلم ٹاؤن لاہور میں احرار کارکنوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ کرتار پور سرحد کھولنا کوئی ایشو نہیں، ایشو یہ ہے کہ اس اقدام سے پاکستان کیا نفع حاصل کرسکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان اور ہندوستان کے درمیان پرامن تعلقات قائم ہونا دونوں ملکوں کے لیے انتہائی ضروری ہیں، بھارت اپنی متشددانہ پالیسی ترک کرے اور ورکنگ باونڈری پر پاکستان کے خلاف جارحانہ کارروائیاں بند کرے۔ انہوں نے کہا کہ بھارت پاکستان کے ساتھ مذاکرات کے ذریعے مسئلہ کشمیر حل کرے۔ انہوں نے کہا کہ اصل مسئلہ قیام امن ہے۔ دونوں ملکوں میں امن قائم ہو اور برابری کی بنیاد پر تعلقات مستحکم ہوں تو کشمیر سمیت دیگر باڈرز کھولنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔ انہوں نے کہا کہ قادیانی پہلے واہگہ باڈر سے قادیان جاتے تھے اب کرتار پور سے جائیں گے، سکھ ہمیشہ سے پاکستان آرہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ بھارت قادیانیوں کو ویزا دیتا ہے لیکن دیگر پاکستانیوں کے لیے ویزا پالیسی مختلف ہے۔ انہوں نے کہا کہ بھارت کا یہ دہرا معیار غلط ہے۔ سب پاکستانیوں کیلئے ایک پالیسی ہونی چاہیے۔ کرتار پور سرحد سے صرف سکھوں اور قادیانیوں کو ہی نہیں بلکہ مسلمانوں کو بھی بھارت آنے جانے کی سہولت ملنی چاہیے۔

شہداء ختم نبوت 1953ء نے اپنے خون کی قربانیاں دے کر اس ملک کو قادیانی سٹیٹ بننے سے بچایا

لاہور (3 دسمبر) مجلس احرار اسلام کے زیر اہتمام خوشاب میں مولانا عدنان حذیفہ کی میزبانی اور مولانا سعید احمد اسعد کی زیر صدارت منعقد ہونے والی ختم نبوت کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے مقررین نے کہا ہے کہ ہمیں ایسا نیا پاکستان نہیں چاہئے جس میں طبقاتی کشمکش کو فروغ دیا جائے اور قادیانیت کو پنپنے کے مواقع فراہم کیے جائیں خوشاب کی ایک حویلی میں ہونے والی ختم نبوت کانفرنس سے مجلس احرار اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ناظم تبلیغ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا مفتی زاہد محمود، مولانا تنویر الحسن نے خطاب کیا، عبداللطیف خالد چیمہ نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ عالمی استعمار معاشی طور پر کمزور ممالک میں اپنی پالیسیاں آگے بڑھا رہا ہے اور تحفظ ناموس رسالت اور تحفظ ختم نبوت جیسے قوانین کو ختم کرنے کی کوشش کر رہا ہے انہوں نے کہا کہ شہداء ختم نبوت 1953ء نے اپنے خون کی قربانیاں دے کر اس ملک کو قادیانی سٹیٹ

بننے سے بچایا۔مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ دنیا کی کوئی طاقت ناموس رسالت ؐ کے قانون کو ختم نہیں کرواسکتی ۔انہوں نے کہا کہ آسیہ مسیح کے حوالے سے جو کھیل کھیلا گیا وہ اسلامیان پاکستان کے ایمان وعقیدے کو ذبح کرنے کے مترادف ہے انہوں نے کہا کہ 295 سی کیخلاف سازشیں کرنے والے خود ختم ہو جائیں گے لیکن 295 سی ختم نہ ہوگی ۔علاوہ ازیں مجلس احرار اسلام پنجاب کے سیکرٹری جنرل مولانا تنویر الحسن نے مسجد یمامہ اور چک 2-TDA قائد آباد میں ختم نبوت کے حوالے سے ایک دینی اجتماع سے خطاب کیا اور عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت وفضیلت پر روشنی ڈالی۔

اسرائیل کی طرز پر کسی ریاست کے بن جانے کا قادیانی خواب کبھی پورا نہ ہوگا، مفتی عطاء الرحمٰن

کراچی (5 دسمبر) قادیانی، سکھوں سے اتحاد کرنے کی بجائے اسلام قبول کر کے عقیدہ ختم نبوت پر ایمان لے آئیں اور امت مسلمہ میں شامل ہو کر مسلمانوں کے بھائی بن جائیں ان خیالات کا اظہار مجلس احرار اسلام سندھ کے امیر مفتی عطاء الرحمٰن قریشی ،مولانا عبدالغفور مظفر گڑھی اور شفیع الرحمٰن احرار نے اپنے بیان میں کیا۔انہوں نے کہا کہ کرتار پور باڈر کھلنے پر قادیانی جو بغلیں بجا رہے ہیں ان کو اس کا زیادہ سے زیادہ دو تین ہزار روپے کا فائدہ ہوگا کہ واہگہ کے مقابلے میں کرتار پور سے قادیان قریب ہے، قادیانیوں نے اگر اس کا مطلب یہ لیا ہے کہ وہ سکھوں سے مل کر اسرائیل کی طرز پر کوئی نئی ریاست بنالیں گے تو یہ ان کی خام خیالی ہے انہوں نے کہا کہ ان کی جھوٹی نبوت چلی نہ وہ کوئی ریاست بنا سکیں گے، قادیانیوں کی سوسالہ ناکامیوں اور رسوائیوں کی عبرت ناک تاریخ ہے، اسلام اور وطن کے خلاف کسی سازش کو کامیاب نہیں ہونے دیں گے، انہوں نے کہا کہ سکھوں نے تو ہندوؤں سے نکل کر اپنی الگ قومی ومذہبی شناخت قائم کی پھر بھی وہ خالصتان نہ بنا سکے، ہندوؤں کے ہاتھوں استعمال ہو کر قیام پاکستان کی مخالفت کرتے وقت انہیں اتنا بھی احساس نہ ہوا کہ گولڈن ٹیمپل کے سوا ان کا تو سارا کچھ پاکستان میں ہے، ستر سال سے وہ اپنی غلطی کا ازالہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں انہوں نے کہا کہ قادیانی مسلمانوں سے خود الگ ہوئے لیکن اپنی الگ شناخت قائم کرنے کی بجائے دھوکہ دے کر اپنے آپ کو مسلمان کہلانے پر مصر ہیں، آنجہانی ظفر اللہ خان مسلم لیگ میں شامل ہو کر بظاہر پاکستان کی حمایت کر رہا تھا لیکن باؤنڈری کمیشن میں انگریزوں سے مل کر پاکستان کا نقشہ خراب کر دیا، انہوں نے کہا کہ اس نے اپنے مذہبی شہر قادیان کو ہندوستان میں رکھنے کے لیے دوغلا کردار ادا کیا، ادھر قادیانیوں کا خلیفہ مرزا بشیر الدین تقسیم ہند کو عارضی قرار دے کر پھر سے اکھنڈ بھارت کے خواب دیکھنے لگا، انہوں نے کہا کہ سکھ تو اپنی الگ شناخت رکھتے ہیں لیکن قادیانی بیساکھیوں کے سہارے چل رہے ہیں، قادیانیوں کو چاہیے کہ کم از کم وہ سکھوں سے ہی سبق حاصل کر کے اپنی الگ مذہبی شناخت قائم کریں، انہوں نے کہا کہ وہ جس ریاست کے خواب دیکھ رہے ہیں وہ کبھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہوں گے، پوری پاکستانی قوم اپنے دین اور وطن کے خلاف ہونے والی ہر سازش کو ناکام بنا دے گی۔

عالمی استعمار پاکستان میں دینی قوتوں کو کمزور کرنے کی سازش میں ناکام ہوگا، عبداللطیف خالد چیمہ

لاہور (6 دسمبر) مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا ہے کہ فتنہ قادیانیت ہر طرف سے امت مسلمہ پر حملہ آور ہے۔ ہمارے اکابر واسلاف نے ہمیشہ امت کی رہنمائی کی۔آج بھی عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کرنے کے لیے تیار ہیں، مرکزی دفتر سے جاری اپنے بیان میں انہوں نے کہا کہ آسیہ مسیح ملعونہ کو چور دروازے سے فرار کی کسی سازش کو کامیاب نہیں ہونے دیں گے آسیہ کا نام ای سی ایل میں ڈالا جائے ،انہوں نے کہا کہ قانون ناموس رسالت پر قدغن لگانے والے دنیا وآخرت میں ناکام ونامراد ہوں گے، قوانین ختم نبوت، توہین رسالت کے خلاف سازشیں قادیانی واستعماری ایجنڈا ہے۔ قادیانیت کے متعلق غیر مسلم اقلیت کے قوانین کو ختم کرنے والوں کی سازشوں کا مردانہ وار مقابلہ کیا ہے اور کیا جائے گا۔انہوں نے کہا کہ ہمیں اتحاد و یگانگت سے غداران ختم نبوت اور اسلام دشمن عناصر کا جرأت مندی سے مقابلہ کرنا ہوگا۔قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانا

مجاہدین ختم نبوت اورارا کین پارلیمنٹ کا تاریخی کارنامہ ہے انہوں نے کہا کہ ملکی سلامتی واستحکام کے لئے ضروری ہے کہ دوہری شہریت اور گرین کارڈ کے حامل قادیانی افراد پر کڑی نظر رکھی جائے انہوں نے کہا کہ وطن عزیز کی حفاظت ہمارے ایمان کا حصہ ہے، ہم شہداء ختم نبوت کے مقدس خون کے وارث ہیں اور پوری دنیا میں عقیدہ ختم نبوت کا شعور اجاگر کرنے کا تہیہ کر رکھا ہے۔ انہوں نے کہا کہ عالمی استعمار اوراس کے حاشیہ بردار آئین کی اسلامی دفعات خصوصاً قادیانیوں سے متعلق قرارداد اقلیت اور قانون توہین رسالت کو ختم کرانے کے لئے پاکستان پر دباؤ ڈال رہے ہیں، ہم نا صرف اسے مسترد کرتے ہیں بلکہ آئین کے دفاع اوراس پر عملدرآمد کی پرامن جدوجہد کو تیز تر کرنے کا عہد کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ عالمی استعمار پاکستان میں دینی قوتوں کو کمزور کرنے کی سازش میں ناکام ہوگا انتہاپسندی کے خلاف نام نہاد جنگ کا دعویدار امریکہ خودشدت پسندی اور فاشزم کو فروغ دے رہا ہے، دینی قوتیں وطن عزیز پاکستان کی سلامتی اور آئین کے تحفظ کے لئے ہر قربانی دینے کو تیار ہیں۔ انہوں نے کہا کہ عالمی استعمار اوراس کے گماشتوں نے ہمیشہ پاکستان کو نقصان پہنچانے کی ناپاک کوشش کی ہے پاکستان انشاءاللہ تا قیامت قائم ودائم رہے گا پاکستان کی سلیت پر کوئی آنچ نہیں آنے دیں پاکستان ایک مسجد کی طرح ہے جس کی حفاظت اپنے ایمان کا جزو سمجھتے ہیں انہوں نے کہا کہ ہم مغربی سیاست کو مسترد کرتے ہیں اور دینی سیاست کے علمبردار ہیں اور شہداء ختم نبوت کے وارث ہونے کا اعزاز رکھتے ہیں۔ شہداء ختم نبوت کی قربانیوں سے ہی یہ وطن عزیز ارتدادی اور قادیانی ریاست بننے سے محفوظ رہا ہے۔

قرآن کریم کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے سے ہی حقیقی کامیابی مل سکتی ہے، سید محمد کفیل بخاری

ملتان (9 دسمبر) مدرسہ معمورہ ملتان کی شاخ مدرسہ تحفیظ القرآن بستی نو بہادر پور چوک ملتان کے سالانہ اجتماع کے موقع پر مجلس احرار اسلام کے نائب امیر سید محمد کفیل بخاری نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ قرآن کریم کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے سے ہی حقیقی کامیابی مل سکتی ہے۔ اللہ نے پوری انسانیت کے لیے اسی کتاب میں ہدایت کا پیغام اور مکمل ضابطہ عطا فرمایا ہے۔ جب سے امت مسلمہ اس کتاب سے دور ہوئی ہے پوری دنیا میں ذلت ورسوائی اس کا مقدر بن گئی ہے۔ تقریب میں مولانا محمد اکمل، حافظ وقار احمد اور علاقہ بھر کے علماء ومعززین نے شرکت کی۔

فواد چودھری کی برطانیہ میں اہم قادیانی نمائندوں سے ملاقات افسوس ناک ہے، عبداللطیف چیمہ، میاں محمد اویس

لاہور (10 دسمبر) مجلس احرار اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ اور مرکزی ڈپٹی سیکرٹری جنرل میاں محمد اویس نے کہا ہے کہ وفاقی وزیر اطلاعات چودھری فواد کی برطانوی ممبر آف پارلیمنٹ مرزا مسرور کا معتمد خاص قادیانی طارق محمود احمد ودیگر قادیانیوں سے ملاقاتیں افسوسناک ہیں حکومت اس کی وضاحت پیش کرے، انہوں نے کہا کہ اکھنڈ بھارت کا مذہبی عقیدہ رکھنے والوں سے اچھی توقع نہیں کی جاسکتی، وہ اس ملاقات کو اوپن کرے اور قادیانیت نوازی ترک کردے۔ انہوں نے اپنے بیان میں کہا کہ قادیانی گروہ نہ صرف اسلام اور پاکستان کا دشمن ہے بلکہ اکھنڈ بھارت کا حامی ہے اور پاکستان اور آئین پاکستان کے خلاف بین الاقوامی سطح پر مہم جوئی میں مصروف ہے قادیانی ملک کے وفادار نہیں بلکہ دشمن ہیں، ان کی خطرناک سازشوں سے محتاط رہنا ہوگا، انہوں نے کہا کہ دشمن پاکستان کو ناکام کرنے کے منصوبے بنا رہا ہے اور پاکستان کے اندر موجود اپنے ایجنٹوں کے ذریعے ملک میں انارکی پھیلا کر اس کو کمزور کرنا چاہتا ہے، حکمران اور سیاستدان اپنی انا کی جنگ سے باہر نکلیں اور ملک کی سلامتی وبقاء کی خاطر متحد ہوکر ملک دشمن عناصر کا قلع قمع کریں۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کیخلاف ہر گھناؤنی سازش کے پیچھے قادیانی عناصر کام کر رہے ہیں ان کے خلاف بھی ردالفساد جیسا آپریشن کر کے چناب نگر میں حکومتی رٹ قائم کرتے ہوئے ریاست کے اندر ریاست کے تصور کو ختم کیا جائے۔ انہوں نے مزید کہا کہ اقتدار کی راہداریوں میں چھپے قادیانی ملک کو معاشی طور پر کمزور کرنا چاہتے ہیں۔ فتنہ قادیانیت کی اندرون ملک بڑھتی ہوئی سرگرمیاں ملکی سلامتی واستحکام کیلئے سنگین خطرہ ہیں۔

شراب، سود، فحاشی وعریانی اور بے حیائی کے ہوتے ہوئے ریاست مدینہ کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہوسکتا

لاہور (12 دسمبر) شراب ہر مذہب میں حرام ہے اور اسلام میں تو شراب کو نجس کہا گیا ہے اسلام کے نام پر معرض وجود میں آنی والی مملکت خداداد میں اس کے خلاف قانون کا منظور نہ ہونا بہت بڑا المیہ ہے۔ مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی ڈپٹی سیکرٹری جنرل میاں محمد اویس نے قومی اسمبلی میں شراب کے بل پر اپوزیشن کی مخالفت پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ ایک ہندو کا شراب پر پابندی کا بل پیش کرنا اور مسلمان ممبران کا اس پر واویلا کرنا اور بل کا پاس نہ ہونا تشویش ناک ہے انہوں نے کہا کہ یہ ملک کلمہ طیبہ کے نام پر حاصل کیا گیا تھا اور اس میں کلمے والے قانون نافذ کرنے سے ہی امن قائم ہوسکتا ہے جب تک اس ملک میں قرآن وسنت کا نظام قائم نہیں ہوتا ملک ترقی کی راہ پر گامزن نہیں ہوسکتا انہوں نے کہا کہ ریاست مدینہ کی بات کرنے والی حکومت خود دیکھ لے کہ ریاست مدینہ ایسے بنتی ہے۔ شراب، سود، فحاشی وعریانی اور بے حیائی کے ہوتے ہوئے ریاست مدینہ کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہوسکتا۔ انہوں نے کہا کہ حضور نبی کریم ﷺ کا اسوہ حسنہ پوری دنیا کے لیے مشعل راہ ہے ہمارے حکمران بھی نبی پاک ﷺ کی سیرت طیبہ سے استفادہ حاصل کریں اور ملک میں اسلامی نظام کو رائج کر کے اس کو امن کا گہوارہ بنائیں۔

چیچہ وطنی (13- دسمبر) مجلس احرار اسلام کے ناظم دعوت وارشاد ڈاکٹر محمد آصف نے چیچہ وطنی کا تین روزہ دعوتی دورہ کیا اور جامع مسجد، مسجد ختم نبوت، مرکزی مسجد عثمانیہ کے علاوہ چک نمبر 30-11 ایل کی جامع مسجد میں عقیدۂ ختم نبوت اور رد قادیانیت کے حوالے سے گفتگو کی، مبلغ ختم نبوت مولانا محمد سرفراز معاویہ اُن کے ہمراہ رہے، عبداللطیف خالد چیمہ سے انہوں نے جماعتی امور پر مشاورت کی اور ہدایات لیں۔

علماء وخطباء کو لکھے ہوئے سرکاری خطبات کا پابند کرنا ہماری روایات کے خلاف ہے

لاہور (14 دسمبر) پاکستان شریعت کونسل کے سیکرٹری جنرل مولانا زاہدالراشدی نے کہا ہے کہ مساجد کے خطباء کو سرکاری خطبات کا پابند کرنے کی تجویز نا قابل عمل ہے اور نا قابل قبول بھی ہے اس لیے کہ یہ ہماری روایات کے خلاف ہے۔ خلافت راشدہ سے لے کر خلافت عثمانیہ اور مغل سلطنت تک کبھی ایسا نہیں ہوا کہ مساجد کے خطباء کو سرکاری طور پر لکھے خطبات کا پابند کیا گیا ہو بالخصوص برصغیر کے ماحول میں علماء کرام نے ہمیشہ آزادانہ ماحول میں دینی خدمات سرانجام دی ہیں اور انہیں پابند کرنے کی کوشش کبھی کامیاب نہیں ہوسکی ان خیالات کا اظہار انہوں نے احرار کے زونل آفس چیچہ وطنی میں مجلس احرار اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ سے ملاقات کے موقع پر کیا۔ مولانا زاہدالراشدی نے کہا کہ ایک اسلامی حکومت جو خود اسلام کے احکام پر عمل پیرا ہو اور اس کے تقاضے پورے کر رہی ہو وہ اصول اور پالیسی کے حوالے سے تو ہدایات دے سکتی ہے مگر ہمارا موجودہ حکومتی نظام اور مقتدر حلقے اس معیار پر پورے نہیں اترتے حتیٰ کہ دستور نے ان کے ذمے نفاذ اسلام کی جو ذمہ داریاں عائد کر رکھی ہیں وہ انہیں پورا کرنے سے بھی صراحتاً انکاری ہیں جس کا مظاہرہ گزشتہ دنوں قومی اسمبلی میں شراب پر پابندی کے حوالے سے سامنے آیا ہے اس کے علاوہ موجودہ حکومتی نظام نہ تو دستور کی ہدایت پر سودی نظام کو ختم کرنے کے لیے تیار ہے اور نہ ہی سکولوں، کالجوں میں قرآن وسنت کی بنیادی تعلیم اور سیرت طیبہ وخلافت راشدہ کو نصاب کا حصہ بنانے کے لیے آمادہ ہے جبکہ ملک میں مغربی تہذیب وثقافت اور عریانی وفحاشی کو کم وبیش سبھی سرکاری ونیم سرکاری اداروں کی سرپرستی حاصل ہے۔ انہوں نے کہا کہ ان حالات میں جب حکومت دستور کی کسی اسلامی دفعہ پر عمل درآمد میں سنجیدہ نہیں ہے اور اس کا رخ ان دفعات کو سبوتاژ کرنے کی طرف ہے وہ مساجد ومدارس کو اپنے ایجنڈے کا تابع کیسے بنانا چاہتی ہے؟۔ انہوں نے کہا کہ مذہبی حلقے اور تمام مکاتب فکر اس استعماری ایجنڈے کو آگے نہیں بڑھنے دیں گے بلکہ پوری قوت کے ساتھ مزاحمت کی جائے گی۔ علاوہ ازیں مولانا زاہدالراشدی اور عبداللطیف خالد چیمہ نے تحریک ختم نبوت کی تازہ ترین صورت حال پر تبادلہ خیال اور صلاح ومشورے کیے، دونوں رہنماؤں نے اس امر پر اتفاق کیا کہ عقیدۂ

ختم نبوت کی پرامن جدوجہد ہر حال میں جاری رہے گی اور اس مقدس مشن کو کسی خفیہ ہاتھ کی بھینٹ نہیں چڑھنے دیا جائے گا۔

ملک کو ترقی کے بجائے تباہی کی طرف دھکیلا جا رہا ہے،سید محمد کفیل بخاری

ملتان (14 دسمبر) ملک کے آئین کو غیر اسلامی بنانے کی سازشیں کبھی کامیاب نہیں ہوں گی۔ ملک کو ترقی کے بجائے تباہی کی طرف دھکیلا جا رہا ہے غریب عوام مہنگائی سے پس رہے ہیں اور سرمایہ دار طبقہ اور وڈیرے عیاشیوں میں لگے ہوئے ہیں ان خیالات کا اظہار مجلس احرار اسلام پاکستان کے نائب امیر سید محمد کفیل بخاری نے مرکز احرار جامع مسجد باب رحمت نزد اللہ شافی چوک میں تیسری سالانہ محفل ختم نبوت میں خطاب کرتے ہوئے کیا انھوں نے کہا پاکستان کو اسلام کے نعرے پر بنایا تھا اس میں اسلام کا نظام ہی کامیاب ہوگا انھوں نے کہا اسلام مادی ترقی سے ہرگز نہیں روکتا لیکن حکمران اپنی اسلامی شناخت کو تو برقرار رکھیں۔ انھوں نے کہا سودی نظام معیشت کو اختیار کر کے اور شراب کی کھلی چھوٹ دے کر حکمران اللہ کے خلاف اعلان جنگ اور دین سے بغاوت کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ انھوں نے کہا قرآن ایک مکمل ضابطہ حیات ہے ہمیں یہود و نصاری سے کوئی نئی آئیڈیالوجی یا نیا سسٹم لینے کی ضرورت نہیں۔ مجلس احرار اسلام ملتان کے امیر مولانا محمد اکمل نے کہا 29 دسمبر کو مجلس احرار کے 89 ویں یوم تاسیس کے موقع پر ملک بھر میں تقاریب منعقد کی جائیں گی اور مجلس احرار عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے پہلے سے زیادہ منظم اور بہتر انداز میں اپنی جدوجہد کو جاری رکھے گی اس موقع پر مجلس احرار اسلام حلقہ مسجد باب رحمت کے ذمہ داران کا اعلان بھی کیا گیا۔ محفل سے مولانا حماد قاسمی قاری عبدالرحمن اور قاری محمد ندیم قریشی نے بھی خطاب کیا جب کہ احرار رضا کاروں سمیت علماء طلباء اور عوام الناس کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔

لاہور (14 دسمبر) تمام مکاتب فکر کے علماء کرام، خطباء عظام اور آئمہ مساجد نے اجتماعات جمعۃ المبارک کے موقع پر شراب کی حرمت کے حوالے سے موقف کو مسترد کیا ہے متحدہ تحریک ختم نبوت رابطہ کمیٹی پاکستان کی رپورٹ کے مطابق مجلس احرار اسلام ، جمعیت علماء اسلام، مرکزی جمعیت اہلحدیث، انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ، تنظیم اسلامی اور دیگر جماعتوں کے قائدین اور رہنماؤں نے واشگاف الفاظ میں کہا ہے کہ مقتدر حلقے دستور کے تقاضوں سے مسلسل انحراف برت رہے ہیں حالانکہ آئین پاکستان میں طے ہے کہ قرآن و سنت کے خلاف کوئی قانون سازی نہیں ہوسکتی۔ سید عطاء المہیمن بخاری، ، مولانا زاہد الراشدی، حافظ عاکف سعید، مولانا عبدالرؤف فاروقی، مولانا محمد الیاس چنیوٹی، عبداللطیف خالد چیمہ اور دیگر رہنماؤں نے کہا ہے کہ شراب کے ام الخبائث ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ مجلس احرار اسلام پاکستان کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل میاں محمد اویس نے کہا ہے کہ شراب و کباب کی محفلیں جمانے والے سیاستدان اور سرمایہ پرست حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر رہے ہیں انہوں نے کہا کہ یہ وقت ہے کہ دینی قوتیں آئین کی اسلامی دفعات کے لیے یکجان ہو کر استعماری ایجنڈے کو مسترد کریں اور دین کے مسلمات کی ترویج و اشاعت کا سبب بنیں۔ مختلف علماء کرام نے اس عزم کا بھی اعادہ کیا ہے کہ عقیدۂ ختم نبوت اور عقیدۂ ناموس رسالت کے تحفظ کے لئے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھیں گے انہوں نے کہا کہ 295 سی موجود ہے اور موجود رہے گی اس کو ختم کرنے والے خود ختم ہو جائیں گے، انہوں نے کہا کہ فواد چودھری اور لارڈ طارق قادیانی کی برطانیہ میں ملاقات تحریک انصاف اور قادیانیوں کے تعلقات کا پتہ دیتی ہے حکومت کو اپنی پوزیشن واضح کرنی چاہئے انہوں نے بتایا کہ 16 دسمبر اتوار کو بعد نماز مغرب ایوان احرار نیو مسلم ٹاؤن لاہور میں ضلع لاہور کے عہدیداروں اور کارکنوں کا ایک ہنگامی اجلاس بھی طلب کیا گیا ہے جس میں قومی اسمبلی میں پابندی شراب کا بل مسترد کرنے کی بھرپور مذمت کی جائے گی۔

لاہور (16 دسمبر) مجلس احرار اسلام لاہور کے دفتر میں ایک اجلاس حاجی محمد لطیف کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی ڈپٹی سیکرٹری جنرل میاں محمد اویس، قاری محمد یوسف احرار، ڈاکٹر شاہد محمود کاشمیری، ڈاکٹر ضیاء الحق قمر، عامر اعوان، سید امجد شاہ، قاضی حارث علی، محمد معاویہ، حافظ محمد علی، مہر اظہر حسین وینس اور دیگر نے

شرکت کی۔ اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ مارچ 2019ء میں سالانہ شہداء ختم نبوت تزک و احتشام کے منعقد کی جائے گی جبکہ جنوری کو مرکزی دفتر لاہور میں احرار میڈیا ورکشاپ کا انعقاد ہوگا اور مارچ میں اپر پنجاب کے ذمہ داران کا تربیتی کنونشن منعقد ہوگا۔ اجلاس کے شرکاء سے خطاب کرتے ہوئے میاں محمد اویس اور قاری محمد یوسف احرار نے کہا کہ 295 سی کو ختم کرنے والے خود ختم ہو جائیں گے لیکن 295 سی کو ختم کرنے کا ان کا خواب کبھی بھی شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکے گا انہوں نے کہا کہ وفاقی وزیر اطلاعات فواد چودھری کی برطانوی پارلیمنٹ کے قادیانی رکن اور مرزا مسرور کے معتمد خاص لارڈ طارق سے ملاقات قادیانیت نوازی کا منہ بولتا ثبوت ہے حکومت اس حوالے سے اپنی پوزیشن واضح کرے انہوں نے کہا کہ 16 دسمبر 2014ء کو ہونے والا سانحہ آرمی پبلک سکول کبھی بھی نہیں بھلایا جا سکتا یہ معصوم قوم کے ہیروز ہیں آرمی پبلک سکول میں بزدل اور سفاک دہشت گردوں نے معصوم طلبہ پر حملہ کر کے اپنی بزدلی کا ثبوت دیا انہوں نے کہا کہ ہم آج ان ماؤں کو سلام پیش کرتے ہیں جنہوں نے اپنے لخت جگر قربان کر کے نہایت صبر کا مظاہرہ کیا پوری قوم آج بھی ان کے غم کو اپنا غم سمجھتی ہے اجلاس کے آخر میں شہداء اے پی ایس کے لیے دعا کرائی گی۔

احرار رہنماؤں کا دورہ جنوبی پنجاب اور تنظیم سازی

ملتان (20 دسمبر) مجلس احرار اسلام پاکستان کے ناظم شعبہ تبلیغ ڈاکٹر محمد آصف اور مجلس احرار ملتان کے امیر مولانا محمد اکمل، کل بروز جمعرات حلقہ جنوبی پنجاب کے دوروزہ دورے پر روانہ ہوگئے انھوں نے کلر والی مدرسہ عربیہ تعلیم الاسلام، مدرسہ مصباح العلوم بستی جانگلہ جتوئی، بستی شاہ والہ، مدرسہ رشیدیہ مسجد اقصیٰ گریڈ چوک، مسکین پور شریف، مسجد احرار بیٹ میر ہزار میں مجلس احرار اسلام جنوبی پنجاب کے ذمہ داران اور کارکنان سے ملاقاتیں کر کے جماعت کے کام کے حوالے سے مشاورت کی اور ضلع مظفر گڑھ کے مدارس و جامعات کا دورہ کیا اور نئی یونٹ سازی کی۔ انہوں نے احرار کارکنوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے عوام میں شعور بیدار کرنا ضروری ہے قادیانی آئے روز نئے طریقوں سے عوام الناس کو گمراہ کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں ہمیں اپنے مسلمان بھائیوں کے ایمانوں کو بچانا ہے اور قادیانیوں کو دعوت اسلام دینی ہے تاکہ وہ بھی جنت کے حق دار بن سکیں۔ اس موقع پر مجلس احرار جتوئی کے امیر ڈاکٹر عبدالروف، قاری محبوب الرحمٰن اور ڈاکٹر ریاض احمد سمیت کارکنان احرار کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ بعد نماز عشاء بیٹ میر ہزار میں حاجی عبدالرزاق کی دعوت پر مرکز احرار جامع مسجد احرار میں ختم نبوت سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے مولانا محمد اکمل نے کہا کہ مجلس احرار اسلام نے 1953 میں تحریک ختم نبوت کے ذریعے ملک بھر میں قادیانیوں کو بے نقاب کیا اور ہزاروں شہداء کا مقدس لہو آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کے لیے پیش کیا یہ مجلس احرار کا ہی طرہ امتیاز ہے۔ انہوں نے کہا کہ مجلس احرار ملک بھر میں شہدائے ختم نبوت کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے کانفرنسز کا انعقاد کرے گی جبکہ ملتان میں مارچ کے مہینہ میں عظیم الشان کانفرنس منعقد کرے گی۔ وہ کل بستی سمندری جتوئی میں خطبہ جمعۃ المبارک کے اجتماع سے خطاب کریں گے۔

دینی مدارس اسلام کے قلعے ہیں، حکومت کی طرف سے مدارس کو بند کرنا دین دشمنی ہے: میاں محمد اویس

لاہور (21 دسمبر) مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی ڈپٹی سیکرٹری جنرل میاں محمد اویس نے کہا ہے کہ دینی مدارس و مساجد اسلام کے قلعے ہیں جو قیامت تک قائم و دائم رہیں گے اور یہ مدارس تعلیم و تربیت سے آراستہ رجال کار تیار کر رہے ہیں جو معاشرے کی بھلائی میں اپنا کردار ادا کر رہے ہیں، انہوں نے کہا کہ مدارس کا دینی اقدار کے تحفظ میں اہم کردار ہے مساجد اور مدارس محبت و بھائی چارہ کی آواز معاشرہ میں مفید کردار ادا کرتی ہے انہوں نے کہا کہ پاکستان میں دین سے وابستگی کا جذبہ مدارس کا پیدا کردہ ہے مدارس کو بند کرنا دین دشمنی کے مترادف ہے یہ اسلام کے قلعے ہیں اور ان قلعوں کی حفاظت حکومت کی ذمہ داری ہے انہوں نے کہا کہ کل ناصر باغ لاہور میں تحفظ مدارس کانفرنس میں بھرپور شرکت کریں گے اور اس کانفرنس کی کامیابی کے لیے تمام کارکنوں سے اپیل کی ہے کہ وہ اس میں بھرپور شرکت کریں

انہوں نے کہا کہ مدارس کو مٹانے والے خود مٹ جائیں گے لیکن یہ مدارس تا قیامت اللہ کے فضل و کرم سے چلتے رہیں گے۔

بسنت کی حوصلہ افزائی اور شراب کی اجازت دینا آئین پاکستان کی خلاف ورزی ہے، عبداللطیف خالد چیمہ

لاہور (21 دسمبر) متحدہ تحریک ختم نبوت رابطہ کمیٹی پاکستان نے بسنت کے حوالے سے سرکاری پالیسی کو مسترد کرتے ہوئے اس پر مکمل پابندی کا مطالبہ کیا ہے ختم نبوت رابطہ کمیٹی کے کنونیر اور مجلس احرار اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ بسنت جیسی ہندوآنہ رسم کی اجازت دینے کا مطلب عریانی وفحاشی کو عام کرنا اور پتنگ بازی سے اموات کو یقینی بنانے کے مترادف ہے انہوں نے کہا کہ ریاست مدینہ کا تصور ہم سے تقاضا کرتا ہے کہ ہم ہندوآنہ رسمیں چھوڑ کر اسلامی ثقافت وکلچر کا احیا کرنے والے بن جائیں انہوں نے کہا کہ سرکار کی طرف سے بسنت کی حوصلہ افزائی اور شراب کی اجازت دینا نا صرف آئین پاکستان کی خلاف ورزی ہے بلکہ قرآن وسنت کے صریحاً برعکس ہے انہوں نے کہا کہ ہمارے تمام مسائل کا حل اسلامی نظام کے نفاذ میں مضمر ہے لیکن موجودہ حکمران ریاست مدینہ ٹائٹل تو استعمال کر رہے ہیں لیکن سیاست مدینہ سے مکمل طور پر گریزاں ہیں یہ دوغلا پن ناکامیوں کا سبب ہے۔

مسافرانِ آخرت

☆ مجلس احرار اسلام پاکستان کے مبلغ ختم نبوت مولانا سرفراز معاویہ کے ماموں محمد صابر ڈوگر 15- دسمبر کو اٹاری آ کی کے (کنگن پور) میں انتقال کر گئے۔

☆ برطانیہ میں ہمارے معاون علی احمد (آشٹن انڈر لائن) 17- دسمبر کو انتقال کر گئے، شیخ عبدالواحد (گلاسگو) نے نماز جنازہ میں شرکت کی، عبداللطیف خالد چیمہ نے تعزیت کا اظہار کیا ہے۔

☆ مولانا حافظ عطاء اللہ خطیب جامع مسجد صدیق اکبر چک نمبر 45 جنوبی ضلع سرگودھا انتقال: 21 نومبر

☆ حاجی محمد یعقوب مغل (جھنگ) کی اہلیہ 13 دسمبر کو انتقال کر گئیں

☆ محمد الیاس مغل (جھنگ) کی ہمشیر 13 دسمبر کو انتقال کر گئیں

☆ مدرسہ معمورہ ملتان کے مدرس مولانا فیصل متین سرگانہ کی خالہ محترمہ 16 دسمبر کو انتقال کر گئیں

☆ مجلس احرار اسلام لاہور کے قدیم ومخلص کارکن رانا حبیب اللہ صاحب کی اہلیہ 17 دسمبر کو انتقال کر گئیں

☆ مجلس احرار اسلام کے مرکزی نائب امیر ملک محمد یوسف کے برادر صغیر ملک محمد الیاس 13 دسمبر کو انتقال کر گئے۔ قائد احرار مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری، سید مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمہما اللہ سے عقیدت ومحبت کا تعلق تھا اور بعدازاں حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم سے تعلق رہا۔

حضرت مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ

بستی فقر شاہ موضع تھل بوہڑی تحصیل میلسی ضلع وہاڑی کے چشم وچراغ حضرت مولانا عبدالخالق 20 نومبر کو اپنے پروردگار کے حضور حاضر ہو گئے۔ 1943 میں بستی فقر شاہ میں پیدا ہوئے، جامعہ خیر المدارس ملتان سے درس نظامی کی تعلیم حاصل کی اور 1962 میں دورہ حدیث کیا۔ مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے خاص تلامذہ میں سے تھے تصوف وطریقت میں حضرت مولانا عبد اللہ بہلوی رحمہ اللہ سے تعلق تھا۔ جید عالم دین تھے 45 برس تک بستی فقر شاہ کی جامع مسجد میں بلا معاوضہ امامت وخطابت کے فرائض انجام دیے اور اہل علاقہ کے عقائد وایمان کی اصلاح کے لیے کوشاں رہے۔ مولانا مرحوم عجز وانکسار اور اخلاص وتقویٰ میں اسلاف کا نمونہ تھے۔ 20 نومبر کو صبح آٹھ بجے روزے کی حالت میں 76 برس کی عمر میں خالق حقیقی سے جا ملے۔ جنازے میں علاقہ بھر سے احرار کارکنوں نے شرکت کی۔ مرحوم نے پسماندگان میں دو بیٹے مولانا عبدالرحمن، مولانا محمد ابراہیم، تین بیٹیاں اور

ایک بیوہ چھوڑے۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائیں اور درجات بلند فرما کر اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائیں۔ آمین

☆ مدرسہ معمورہ ملتان (درجہ اولیٰ) کے طالب علم مزمل شہزاد کی ہمشیر گزشتہ ماہ انتقال کر گئیں

☆ مجلس احرار ملتان کے معاون قاضی رفیع الدین کی بھابھی 12 دسمبر کو انتقال کر گئیں

☆ مجلس احرار اسلام کراچی کے نائب امیر مولانا عبدالغفور مظفر گڑھی کے پھوپھوزاد بھائی قاری محمد سلیم مدنی (بانی و مہتمم جامعہ ترتیل القرآن، محمود آباد نمبر 6 کراچی) 14 دسمبر کو کراچی میں انتقال کر گئے۔ پہلا جنازہ کراچی میں جب کہ دوسرا سناں واں کوٹ ادو میں ہوا۔

☆ جناب ملک محمد فیاض (سرگودھا) انتقال کر گئے، مرحوم کا حضرت مولانا خان محمد رحمۃ اللہ علیہ سے ارادت کا تعلق تھا۔ 1990 سے انہوں نے مجلس تحفظ ختم نبوت اور خانقاہ سراجیہ کے مشترکہ عنوان سے ختم نبوت کیلنڈر چھپوانے کا اہتمام کیا اور تادم آخر یں وہ اس ذمہ داری کو بخوبی انجام دیتے رہے۔ وہ اس کیلنڈر کا مکمل خرچ خود اٹھاتے اور جماعت پر اس کوئی بوجھ نہ ہوتا۔ 2019 کا کیلنڈر بھی وہ پریس میں چھپنے کے لیے دے چکے تھے کہ زندگی کی سانسیں پوری ہوگئیں اور وہ خالق حقیقی سے جا ملے۔

☆ مجلس احرار اسلام ملتان کے قدیم کارکن اور بھائی معظم معاویہ ایڈووکیٹ کے والد محترم صلاح الدین رحمہ اللہ۔ انتقال: 20 دسمبر

☆ حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ کے آبائی گاؤں ناگڑیاں ضلع گجرات کی بزرگ شخصیت اور بھائی محمد افضل، بھائی محمد عارف کے والد چودھری محمد فاضل رحمہ اللہ۔ انتقال: 22 دسمبر 2018 تقریباً سو سال عمر پائی مرحوم انتہائی صالح اور شفیق انسان تھے۔

☆ مولانا عبدالمجید ندیم رحمہ اللہ کے بڑے فرزند عبدالباسط ندیم مرحوم، انتقال: 22 دسمبر۔ ☆ کراچی سے ہمارے مہربان محمد زبیر شاہین کے سسر محمد سعید خان مرحوم۔ انتقال: 17 ر دسمبر 2018ء

☆ مجلس احرار ضلع رحیم یار خان کے امیر حافظ محمد اشرف کے جواں سال بھانجے محمد شفیق مرحوم، انتقال: 21 دسمبر

☆ مجلس احرار اسلام چنیوٹ کے قدیم کارکن حاجی محمد اسلم مرحوم، مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ اور حضرت پیر جی دامت برکاتہم سے تعلق رہا، تبلیغی جماعت کے ساتھ بھی منسلک رہے اور نومبر 2018 میں ہونے والی ختم نبوت کانفرنس چناب نگر کے موقع پر حضرت پیر جی سے ملاقات کی اور دوسرے روز خالق حقیقی سے جا ملے۔

اللہ تعالیٰ سب مرحومین کی مغفرت فرمائے، حسنات قبول فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے۔ پسماندگان کو صبرِ جمیل عطاء فرمائے۔ آمین

تیسرا سالانہ دوروزہ تربیتی اجتماع برائے ذمہ داران

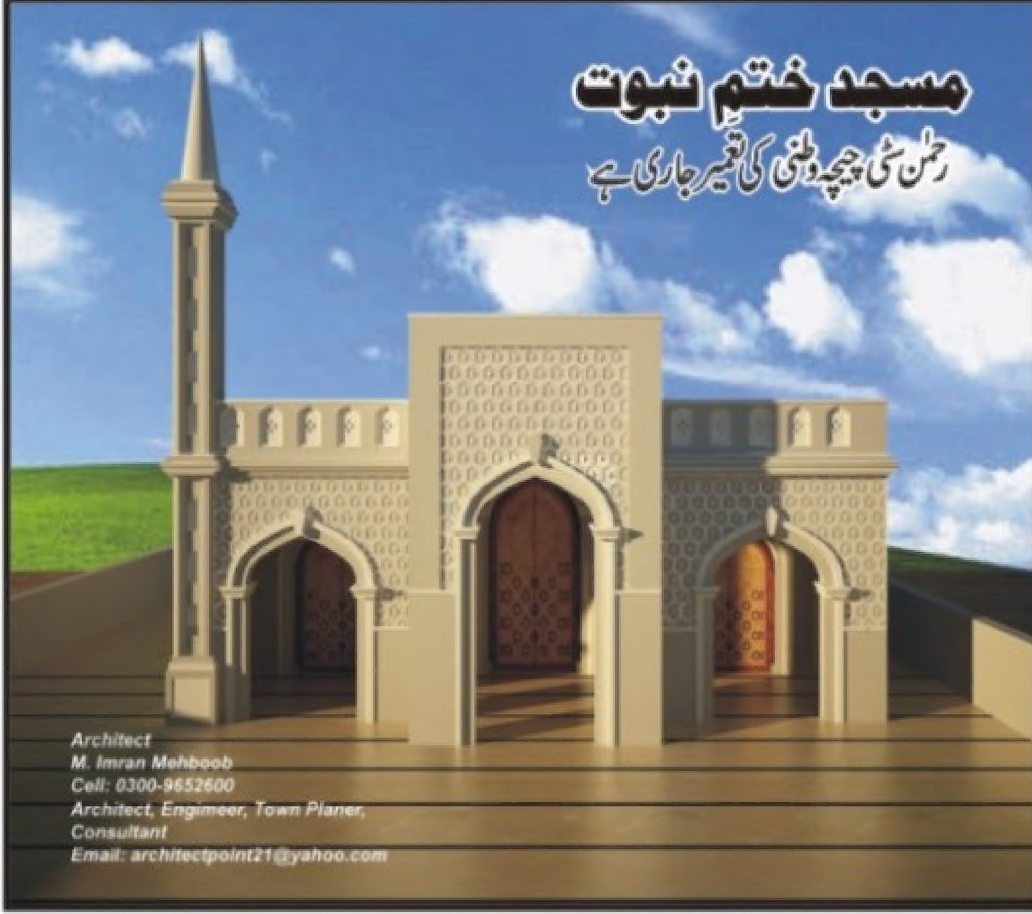
مجلس احرار اسلام حلقہ جنوبی پنجاب، پاکستان

25,24 جنوری 2019ء بروز جمعرات، جمعہ مرکز احرار، دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

تمام ذمہ داران کو مرکز کی طرف سے خط موصول ہو چکا ہوگا، جن حضرات تک کسی بھی وجہ سے خط نہ پہنچا ہو وہ اس اشتہار کو دعوت نامہ تصور کریں اور اپنی مصروفیات سے وقت نکال کر لازماً اس ورکشاپ میں شریک ہوں

برائے رابطہ، ڈاکٹر محمد آصف: 0300-9522878

جنت میں گھر بنایئے!



مجلس احرار اسلام چیچہ وطنی

کے زیرِ اہتمام چوتھے مرکز احرار

مسجد ختم نبوت، رحمٰن سٹی اوکانوالہ روڈ چیچہ وطنی کی تعمیر کا کام جاری ہے، مسجد کا ہال اور برآمدہ تعمیر ہو چکا ہے، اصحابِ خیر سے اپیل ہے کہ نقد اور مٹیریل کی شکل میں تعاون فرمائیں اور اللہ سے اجر پائیں!

25۔مرلے کے رقبہ پر اِس مرکز میں مسجد، مدرسہ، لائبریری اور ڈسپنسری تعمیر ہوگی، ان شاء اللہ تعالیٰ اخراجات کا تخمینہ تقریباً ایک کروڑ روپے سے زائد ہے۔

اکاؤنٹ بنام: دار العلوم ختم نبوت بلاک نمبر 12 چیچہ وطنی

اکاؤنٹ نمبر: 076000,4037251873 نیشنل بنک آف پاکستان جامع مسجد بازار چیچہ وطنی

ترسیل زر و رابطہ: عبد اللطیف خالد چیمہ (مدیر مراکزِ احرار چیچہ وطنی)

دفتر دار العلوم ختم نبوت، جامع مسجد بلاک نمبر 12 چیچہ وطنی ضلع ساہیوال

منجانب: تحریک تحفظ ختم نبوت (شعبۂ تبلیغ) مجلس احرار اسلام چیچہ وطنی

040-5482253,0300-6939453:

 MajliseAhrar  Ahrar.org.pk  MajliseAhrar  MajliseAhrar

آیئے! اللہ تعالیٰ سے دعا کے ساتھ سود اور سودی قرض کے خلاف جنگ کا آغاز کریں!

ادائیگی قرض کی دعائیں

۱) ......حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک غلام نے عرض کیا میں اپنے آقا کو رقم ادا کر کے جلدی آزادی چاہتا ہوں۔ آپ میری مدد فرمائیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں تجھے دو کلمے سکھلا دیتا ہوں جو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکھلائے تھے۔ اگر تجھ پر پہاڑ کے برابر بھی قرض ہوگا اللہ تعالیٰ ادا کر دے گا۔ وہ کلمات یہ ہیں:

اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ۔

''الٰہی! حاجتیں پوری کر میری حلال روزی سے اور بچا حرام سے اور بے پروا کر دے مجھ کو اپنے فضل کے ساتھ اپنے ماسوا سے۔'' (مشکوٰۃ باب الدعوات فی الاوقات فصل دوم)

۲)......حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص مقروض ہو گیا تھا۔ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہیں وہ کلام سکھلا دیتا ہوں کہ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ تیرا غم دور اور قرض ادا کر دے گا، صبح و شام یہ دعا پڑھا کرو:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزْنِ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْکَسَلِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ غَلَبَۃِ الدَّیْنِ وَقَھْرِ الرِّجَالِ۔

''اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں فکر و غم سے اور آپ کی پناہ چاہتا ہوں ناتوانی اور سستی سے اور بچاؤ چاہتا ہوں آپکے ساتھ بخل اور بزدلی سے اور پناہ میں آتا ہوں آپ کی قرض کے غلبے اور لوگوں کے سخت دباؤ سے۔'' (مشکوٰۃ باب الدعوات فی الاوقات فصل دوم)

مرتبہ مولانا محمد امین مرحوم معلم اسلامیات، فیصل آباد

دعاؤں کے طالب

CARE PHARMACY
کیئر فارمیسی
Trusted Medicine Super Stores
24 گھنٹے سروس
اصلی اور معیاری ادویات کے مراکز

Head Office: Canal View, Lahore

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ! فیصل آباد میں 13 برانچز کے بعد، گوجرہ، جڑانوالہ، گوجرانوالہ، سانگلہ ہل، حافظ آباد، چنیوٹ

آپ کی خدمت کے لیے 24 گھنٹے سروس